نوائے ادیب کا
امام احمد رضا نمبر
اکتوبر 2020
سرپرست اعلیٰ
الحاج کاتب محمد ابراہیم زرّین رقم پناسیوی
ایڈیٹر
ابن رقم مصباحی

نوائے ادیب

جاری کردہ ۲۰۱۵ء

جاری کنندہ محمد نورالقمر ابن رقم مصباحی

اکتوبر 2020

زیر سرپرستی: دنیائے کتابت وخوش خطی کے عظیم استاذ

الحاج کاتب محمد ابراہیم زرّین رقم پناسیوی

ترسیل تعاون

Bank Account Details
Bank of India
A/c Holder Name
Noorul Quamar Mohd Ibrahim Shaikh
A/c No. 003810110019492
IFSC Code : BKID0000038
Mob No. +91 7977503202

فہرست

منقبت در شان حضور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ

ہے ماوراء خرد سے مری رفعت رضا
بے شک ہے رب کی خاص عطا شوکت رضا

توفیق دی ہے جن کو خدا نے یقیناً
تسلیم کر رہے ہیں وہی عظمت رضا

دارین میں رہے گا یقیناً وہ کامیاب
جس خوش نصیب کو ہے ملی نسبت رضا

یہ سب جزائے عشق رسالت مآب ہے
تا حشر کم نہ ہو گی کبھی نکہت رضا

متن رضا کے حاشیے دیکھو ہیں بے مثال
سید نعیم و امجد علی، حشمت رضا

مرکز عقیدتوں کا ہماری بلا شبہ
کل بھی تھے اور آج بھی ہیں حضرت رضا

کرتا رہے حسنؔ بھی رقم نعت مصطفیٰ
یارب اِسے بھی کر دے عطا رنگت رضا

حسن بلرام پوری ممبئی ر ۲۷

اداریہ

از: ابن رقم مصباحیؔ

امام العلماء۔۔۔۔ مرجع الخلائق عالم دین تھے

گذشتہ پانچ دہائیوں کے اندر اندر ہمارے علاقے میں بہت کچھ تبدیلیاں آئیں، سیاسی بازیگری اور دولت تک ہر ہاتھ کی رسائی نے سب کچھ بدل کر رکھ دیا ہے، بہت سے غریب امیر ہو گئے، مالدار ذلیل ہو گئے، شریف گھرانوں کے وارث چل بسے، کل کے غنڈے موالی آج کے ہیرو بن گئے، تہذیب وثقافت کے نام پر بے حیائی اور عریانی کے لئے علاقے کی فضا ہموار کی گئی، مکاتب بند، مدرسے ویران اور الحاق شدہ دارالعلوم اور جامعات کاغذی پھول بن گئیں، مسجدیں تقویٰ شعار سجدوں کو ترس گئی ہیں، شدھی سبھائیں چلانے والوں نے ہمارے کھلیانوں میں جو آنگن واڑی اسکول، راستوں میں میڈل اسکول، بستیوں سے باہر جونیر ہائی اسکول، ہر قصبے میں کالج کھولے تھے ہمارے اونچے اڑان کی خواہش نے انہیں آباد کر دیا ہے۔

عزت دار گھرانوں کی بچیاں گھر چھوڑ کر اب کوچنگ سینٹر اور انگلش ٹیوشن میں زیادہ وقت گزارتی ہیں، حیاء دار گھرانوں کی شہزادیاں اب آنچلوں سے باہر کھلی اور آزاد فضا کو پسند کرنے لگی ہیں، اب کسی بھی راستے پر آپ چل پڑو، سائیکلوں پر مردوں سے زیادہ یہی شہزادیاں ملیں گی، اف یا اللہ! علاقہ کیا سے کیا ہو گیا۔

آپسی ہمدردیاں، بڑوں کا ادب، چھوٹوں پر شفقت، بڑوں کی مہربانیاں، لحافوں کے اندر بچوں کے بیچ دادیوں کے قصے کہانیاں، چوپالوں اور بیٹھکوں میں دیر رات تک بوڑھے بزرگوں کی داستاں سرائیاں، چاندنی راتوں کی کبڈّیاں، کھیتوں کے بیچ، میدانوں میں موسم بہار کے کھیل، فٹ بال، تناور درختوں میں رسیوں کے جھولے، اونچی ٹہنیوں کے اڑن کھٹولے، آنکھ مچولی، باگھ بکری، ٹھنڈیوں میں آدھی رات ہی سے چھام گہیں اور ڈھیکی کی وہ مدھور آوازیں جو بچوں کے دلوں سے راتوں کی سنّاٹے دار وحشتوں کو دور کر دیتی تھیں، کھیتوں کے بیچ و بیچ چرتی ہوئی بھینسیں اور ان کی پشت پر بیٹھے چرواہوں کا بانسری بجانا اور لہلہاتی کھیتوں پر سے گزرتی ہواؤں میں مستیاں جگاتی بانسریوں کی آواز، چارہ کاٹنے والوں کے گانے، ٹھنڈ راتوں میں بچوں کا ڈرے سہمے لحافوں کے اندر دبے رہنا، پھر اچانک ہر کھلیان سے آدھی رات میں کسی بڑی لکڑی پر دھان جھڑائی کی آوازیں سن کر لحافوں کے اندر بچوں کا مچل پڑنا، یہ ساری باتیں علاقہ سیمانچل کی پہچان اور ثقافت تھیں یہ الف لیلوی ثقافت ہمارے علاقے کو ایک حیران و پریشان ماحول اور نفرتوں کی سوغات بانٹتی بدگمانی میں چھوڑ کر جانے کب، کیسے اور کہاں غائب ہو گئی۔

استاذ گرامی، وقار درسگاہ حضرت علامہ امام الدین رحمۃ اللہ علیہ اس عہد کے چشم دید گواہ اور تاریخی حوالوں کے امین تھے، جب گئے اپنے عہد کی پوری تاریخ اپنے سینے میں لے کر چلے گئے، علاقے میں آپ ایک ذمہ دار مرجع العلماء عالم دین تھے، اپنے قول وقرار اور عہدے کی پاسداری میں کسی سمجھوتے کے قائل نہ تھے، فقیر نے آپ کے چشمۂ علم سے دو سال تک گھونٹ

گھونٹ پی کر علم کی پیاس بجھائی ہے۔

جماعت اعدادیہ اور اولیٰ کی مندرجہ ذیل کتابوں کا درس آپ سے حاصل کیا۔

''فارسی کی پہلی، فارسی کی دوسری، گلستاں، بوستاں، گلزار دبستاں، سخن نو، نحو میر، پنج گنج، منہاج العربیہ اول دوم، اردو نقل واملا، ریاضی کے بعض قواعد مثلاً جمع، تفریق، ضرب وتقسیم وغیرہ پہاڑے''

آج جبکہ یہی کتابیں اور مضامین میری درسگاہ میں پڑھنے کے لئے طلبہ آتے ہیں آپ کی باوقار شخصیت اور بارعب درسگاہ کی یاد آجاتی ہے اور اکثر آنکھیں ڈبڈبا جاتی ہیں۔

طلبہ کے ساتھ آپ اکثر اپنی زبان میں بات کیا کرتے تھے، مدرسے میں اس وقت طلبہ کے لئے طعام وقیام کا انتظام نہیں تھا، کچھ بیرونی طلبہ بھی تھے، ان کے طعام وقیام کا انتظام گجریا بستی کے مخیر حضرات کے یہاں ہوتا تھا، مقامی طلبہ پڑھ کر گھر واپس آجاتے تھے، ہر روز پناسی سے پیدل چل کر میں بھی مدرسہ آتا تھا، کبھی کبھی پہنچنے میں تاخیر ہوجاتی، گرجدار آواز سے استاذ گرامی تفتیش کرتے۔

ارے میاں! لیٹ کم نے ہو چے! آں! راستہ رات سیال دھریل نا کی رے!

ترجمہ : تاخیر کیوں ہوئی؟ راستے میں بھیڑیا نے پکڑ لیا تھا کیا؟

میرے والد گرامی الحاج کاتب محمد ابراہیم زرین رقم پناسیوی سے آپ کے بڑے قریبی، کافی گہرے اور دوستانہ تعلقات تھے، ایک زمانہ تھا جب طباعت کی دنیا میں جنرل پریس، جہانگیر پریس پھر بعد میں شبنم پریس کا نام چلتا تھا، اور نام چلنے کی وجہ تھی میرے والد گرامی زرین رقم پناسیوی کی شاندار کتابت۔

استاذ گرامی علامہ امام الدین علیہ الرحمہ مدرسہ جوہر العلوم کے بابت ہر تحریر کی کتابت زرین رقم سے ہی کراتے تھے، استاذ گرامی کا میرے گھر میں آنا جانا تو ہوتا ہی تھا لیکن رسید، رمضان، جلسے جلوس کے لئے پوسٹر، اعلان نامہ، لیٹر پیڈ کی کتابت کرانے کے لئے لازماً میرے گھر تشریف لاتے تھے، کھلیان میں رات رانی پھول کا ایک بڑا درخت تھا، اس کے نیچے پرفضا مقام میں ہماری بیٹھک تھی، اسی بیٹھک کے صحن میں میرے والد گرامی بیٹھ کر کتابت فرمایا کرتے تھے، میں نے اکثر دیکھا ہے کہ استاذ گرامی کبھی بالکل صبح سویرے اور کبھی شام چار بجے تشریف لے آتے، اسی بیٹھک میں نشست ہوتی، کبھی ملکی اور کبھی غیر ملکی حالات پر دیر تک گفتگو چلتی رہتی، اسی دوران کئی بار چائے کا دور چل جاتا تھا۔

ایام تعطیل میں جب بھی میرا گھر جانا ہوتا آپ کی بارگاہ میں حاضری ضرور ہوتی، ماضی قریب میں ہی ایک حاضری ہوئی تھی، میں نے بعض تحریرات آپ کو دکھائیں، بہت خوش ہوئے، فرمانے لگے ''یہ تو بہت اچھا کام ہے میاں! علاقے کے بہت کم لوگ اس میدان میں ہیں''

ملک کے اندر، بہت سے چھوٹے بڑے اداروں میں آپ کے سیکڑوں شاگرد مسند درس کی زینت بنے ہوئے ہیں،

انہوں نے جو جوخوبیاں آپ کے اندر دیکھی تھیں اپنے اپنے مناصب میں اپنی شخصیتوں کو پر وقار بنانے کے لئے آپ ہی کے طریقۂ زندگی کو آئیڈیل بنا کر کامیاب زندگی گزار رہے ہیں۔

میرے دل میں آپ کی ایک تصویر سجی ہے

بند آنکھوں میں ایک عالم ہے
کسی منظر کا خواب دل میں ہے

سیدی امام العلماء کی ایک تصویر دل میں سجی ہے وہ آپ کے مطالعہ کی میز پر سجا رہا ہوں۔

"میٹھے بول، تر بتر جملے، رس بھری آواز، شرمیلے شرمیلے انداز، موہنی صورت، دلربا مسکراہٹ، حیادار نیچی نگاہیں، سنہرے گھنے مگر سلیقہ دار بال، رامپور کی بنی سیاہ رنگ کی ٹوپی، شانوں سے لے کر آدھے سینہ تک بھری بھری لمبی گھنی سفید داڑھی، چھریرا بدن، ساوَنلا رنگ، پرگوشت چہرہ، جاذب نظر رخسار، میانہ رو، دراز قد، فلسفیانہ سوچ، معقولاتی ذہن، خلا پیما دماغ، عقابی نظر، فہم وفراست سے چمکتی ہوئی کشادہ پیشانی، نستعلیقی جسم، مرنج مرنجاں طبیعت، متانت وسنجیدگی میں ڈوبا ہوا وجود، غرور، تکبر، ریا کاری اور تکلفات سے بہت دور لمحات زندگی"

یہ تھی آپ کی وہ تصویر جو میرے دل میں ہے، یہی آپ کا سراپا بھی ہے۔

سیدی امام العلماء دو سال تک مدرسہ عارفیہ چنامنا میں زیر تعلیم رہے، استاذ العلماء مفتی نصیر الدین اشرفی رحمۃ اللہ علیہ سے شرح تہذیب، شرح وقایہ، شرح جامی، ہدایہ تک کی فنّی کتابوں کا درس لیا، چنامنا میں آپ کے ہم سبق ساتھیوں کی لسٹ لمبی ہے، مفتی ذوالفقار احمد اشرفی، علامہ کبیر الدین بگلی گچھا اور علامہ ریاض الدین اشرفی کافی قریبی ہم سبق ساتھیوں میں سے تھے۔

۱۹۶۸ء میں مذکورہ بالا ساتھیوں کے ساتھ آپ بریلی شریف پہنچ گئے اور منظر اسلام میں داخلہ لے لیا، آپ نے وہاں مندرجہ ذیل اساطین وقت سے تحصیل علم فرمایا۔

۞ بحر العلوم مفتی افضل حسین مونگیری ۞ مفتی قاضی عبد الرحیم ۞ مفتی غلام مجتبیٰ اشرفی
۞ محدث احسان علی مظفر پوری ۞ علامہ نعیم اللہ خان عزیزی بستوی

۲۲؍جولائی ۱۹۷۰ء میں آپ کو یہیں پر دستار فضیلت دی گئی، فراغت کے بعد بریلی شریف کے نواحی میں کسی مسجد کے اندر کچھ دن امامت وخطابت کا فریضہ بھی انجام دیا، ۱۹۷۲ء میں مدرسہ جوہر العلوم گنجریا، اتر دیناجپور بنگال سے وابستہ ہو کر تقریباً پچاس سال تک علم کا فیضان لٹاتے رہے۔

بے شمار علمی چراغوں کو روشن فرما کر ۲۱؍ستمبر ۲۰۲۰ء پیر کے دن آٹھ بجے صبح اپنے مالک حقیقی سے جاملے۔

"اناللہ وانا الیہ راجعون"

جذبات کا طوفان اور امام احمد رضا کی بے مثال سلامت روی

تحقیق

ابن رقم مصباحی

جب سے ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد ہوئی ہے ان کے ایمان وعمل کو یہاں کی وثنی تہذیب سے مسلسل خطرہ رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ ہندوستانی مسلمان کبھی بھی اس رخ سے ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہیں رہے۔

مصلحین امت نے بھی اپنے اپنے وقت پر تبلیغ وارشاد، اصلاح اور تجدید کے ذریعہ امت کو بیدار رکھنے میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا، اور یوں اس کفرستان میں کاروان اسلام اپنی منزل کی طرف بڑھتا رہا۔

ہندوستانی مسلمان اور اجتماعی قوت کا راز

مسلمانوں میں کوئی مذہبی اختلاف نہیں تھا، کوئی فرقہ بندی نہیں تھی، سنّی حنفی مسلک ہی سب کا پسندیدہ مسلک تھا، کیرل کے ساحلی علاقوں میں شافعی مسلک کے بھی کچھ لوگ پیروکار تھے، شیعی اثرات بہت بعد میں یہاں پہنچے مگر ابتدا میں ان کی تعداد بھی آٹے میں نمک کے برابر تھی۔

آٹھ سو برس پہلے حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کے درمیان خوشگوار مذہبی ماحول کے متعلق جوفرمایا تھا وہ حیران کن ہے۔

خوشا ہندوستان و رونق دیں
شریعت را کمال عز و تمکیں
بدیں عزت شدہ اسلام منصور
بداں خواری سرانِ کفر مقہور
زغزنین تا لبِ دریا دریں باب
ہمہ اسلام بینی بریکے آب

مسلمانان نعمانی روش خاص
زدل ہر چار آئیں رابہ اخلاص
نہ کیں با شافعی نے مہر با زید
جماعت را و سنت را بہ جاں صید
زہے ملک مسلماں خیز و دیں جوئے
کہ ماہی نیز سنی خیزد از جوئے

(رسائل مجدد الف ثانی،ص۱۱۹)

یعنی: ملک ہندوستان اور یہاں کی مذہبی رونق کے کیا کہنے۔ جہاں شریعت اسلامی کومکمل طور پرعزت وشوکت حاصل ہے۔جس کی وجہ سے اسلام کاعلم بلنداورکفرشکست خوردہ ہے۔غزنی سے ہندتک اسلام ہی کا بول بالا ہے۔حنفی مسلمانوں کی خاص روش نے سب کا دل جیت لیاہے۔نہ امام شافعی سےنفرت نہ زید سے الفت، یہاں تک کہ مسلمان دل وجان سے اہل سنت وجماعت کے پابند ہیں۔ اسلامیان ہند کے کیا کہنے، یہاں تو دریاسے جومچھلی نکلتی ہے وہ بھی سنّی ہوتی ہے۔

یہ توامیرخسرورحمۃ اللہ کے زمانے کی بات تھی،اس کے ٹھیک تین چارصدی بعد ہندوستانی مسلمانوں کی مذہبی زندگی پرروشنی ڈالتے ہوئےمجدد الف ثانی فرماتے ہیں!

''ہندوستان کے تمام اسلامی باشندے''عقیدۂ حقّہ'' اہل سنّت وجماعت پر ہیں اور اہل بدعت وضلالت کااس دیارمیں نشان نہیں،سب طریقۂ مرضیہ حنفیہ رکھتے ہیں''

(رسائل مجدد الف ثانی،ص۱۱۸)

''البتہ بعض شیعہ ایران سے جلاوطن ہوکر ہندوستان آئے اورحکام وسلاطین کاتقرب حاصل کرکے بعض جہلاکوجھوٹے مقدمات اورفریب زدہ مغالطات سے گمراہ کیا، اور راہ سے دورلے گئے،لیکن دیارہند میں ان بدکیشوں کے قدوم بدکی بدولت مسلمانوں میں فتورعظیم

واقع ہوااورفتنہ ازسرنو بیدار ہوگیا''

(رسائل مجددالف ثانی،ص۱۱۹)

حضرت مجددالف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ہندوستان کے اندرروافض نے بھی اپناقدم پسارناشروع کر دیاتھا،لیکن یہ بھی حقیقت تھی کہ حضرت مجددالف ثانی کے ہاتھوں اکبر کی لامذہبیت کا فتنہ درگور کئے جانے کے بعد۱۲۰۰ھ تک ہندوستان کی مذہبی فضامیں کوئی قابل ذکر تلاطم رونمانہیں ہوا، اگرہوابھی تواس کی نوعیت ایسی نہیں تھی کہ اس سے اسلام اورمسلمانوں پرادبار کا دورشروع ہوجائے۔

بارھویں صدی ہجری کے اختتام پرمسلمانوں کی خوش گوارمذہبی فضاکوکسی کی نظرلگ گئی اور مسلم امہ اختلاف وانتشاراور بدترین خانہ جنگی میں مصروف پیکار ہوگئی۔

مشہورمحقق ابوالحسن زیدفاروقی (متوفی ۱۹۹۳)افتراق وانتشار کے اسباب پرروشنی ڈالتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

''حضرت مجدد کے زمانے سے ۱۲۴۰ھ تک ہندوستان کے مسلمان دوفرقوں میں بٹے رہے، ایک اہل سنت وجماعت، دوسرے شیعہ۔

اب مولانااسماعیل دہلوی کاظہورہوا، وہ شاہ ولی اللہ کے پوتے اورشاہ عبدالعزیز،شاہ رفیع الدین اورشاہ عبدالقادر کے بھتیجے تھے۔

ان کامیلان محمدابن عبدالوہاب نجدی کی طرف ہوااورنجدی کارسالہ ''ردالاشراک'' ان کی نظرسے گزراا اورانہوں نے اردومیں تقویۃ الایمان لکھی۔

اس کتاب سے مذہبی آزادخیالی کادورشروع ہوا، کوئی غیرمقلدہوا، کوئی وہابی بنا، کوئی اہلحدیث کہلایا، کسی نے اپنے کوسلفی کہا۔

ائمہ مجتہدین کی منزلت اوراحترام جودل میں تھاوہ ختم ہوا،معمولی نوشت وخواند کے افراد امام بننے لگےاورافسوس اس بات کاہے کہ توحیدکی حفاظت کے نام پربارگاہ نبوت کی تعظیم واحترام میں تقصیرات کاسلسلہ شروع کردیاگیا''(مولانااسماعیل دہلوی اورتقویۃ الایمان،ص۹)

فاروقی صاحب کا خیال ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی یکجہتی اسی کتاب کی وجہ سے ختم ہوئی اوراختلاف کا فائدہ اٹھا کر انگریزوں نے نوسوسالہ مسلم مملکت کا خاتمہ کر دیا، یہاں تک کہ اس کتاب کے چھپنے سے تیس سال کے اندر اندر صد ہا سال کی نعمتیں مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گئیں۔

(مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان، ص۱۴)

تقویۃ الایمان کے مصنف کو بھی اس بات کا شدید احساس تھا کہ اس کتاب کے چھپتے ہی مسلمانوں کی جمعیت منتشر، اتحاد ختم، اجتماعی قوت فنا اور دشمن کے مقابلے مسلمانوں کی ہوا اکھڑ جائے گی، تقویۃ الایمان کے مصنف کا یہ اعتراف چشم عبرت سے پڑھئے۔

''میں نے یہ کتاب لکھی ہے، مکروہ اور شرک خفی جیسے امور کو شرک جلی لکھ دیا ہے، گو اس سے شورش ہوگی مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے۔

(ارواح ثلثہ، ص۶۷)

مولوی اسماعیل دہلوی کی اس عجیب وغریب توقع پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر شجاع الدین فاروقی لکھتے ہیں۔

''ان کا پہلا خیال تو یقیناً صحیح ہوا کہ شورش ہی نہیں ہنگامہ آرائی، خانہ جنگی کی کیفیت پیدا ہوگئی لیکن دوسرا خیال کہ لڑ بھڑ کر ٹھیک ہو جائیں گے کبھی صحیح نہیں ہوسکتا، مذہب وعقائد جیسے حساس معاملہ پر شورش پیدا کی جائے اور وہ ختم ہو جائے.......ناممکن ہے''

(معاصر اسلامی تحریکات اور فکر اقبال۔ص۱۳۶)

اسماعیل دہلوی کی پالیسیوں کے سنگین نتائج

تقویۃ الایمانی نظریات کو عام کر کے مولوی اسماعیل دہلوی اور ان کے پیرومرشد سید احمد بریلوی نے جہاں مسلمانوں کے اعتماد کو پارہ پارہ کیا، عین اسی وقت سرحد پر سکھوں کے خلاف بے موقع اعلان جنگ کر کے ہندوؤں کے ساتھ سکھ جیسی بہادر قوم کو بھی مسلمانوں کا مخالف بنا دیا، جس کے بعد مسلمانوں کے ساتھ جتنے سیاسی وخونی معرکے ہوئے ہندو قوم، بہادر سکھوں کو بھی اپنے ساتھ لے

آئی، جس کے سنگین نتائج مسلمانوں کو ۱۸۵۷ء اور ۱۹۴۷ء کے مسلم کش فسادات میں بھگتنے پڑے۔

۱۸۵۷ء کی خونی تاریخ میں انگریزوں کے ساتھ ہندو اور سکھ دونوں نے مسلمانوں کا قتل عام کیا، جسکے چشم دید گواہ علامہ فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، دیکھئے! باغی ہندوستان ص، ۴۵/۵۱/۵۳/اور ۶۹۔

۱۹۴۷ء میں ملک تقسیم ہوگیا، انتقال مکانی کے نام پر مسلم کش فسادات کا سلسلہ شروع ہوگیا، مسلمانوں کے اس قتل عام میں عام ہندوؤں اور سکھوں کے علاوہ ہندو، سکھ فوجیوں نے بھی بھرپور حصّہ لیا، جس کے چشم دید گواہ مولانا ابوالکلام آزاد بھی ہیں جو ہندو مسلم اتحاد کے سب سے بڑے داعی اور پکے کانگریسی لیڈر تھے، دیکھئے ان کی لکھی ہوئی آپ بیتی! انڈیا ونس فریڈم، ص۔ ۳۰۸/۳۰۹/اور ۳۱۱۔

۱۸۵۷ء کا انقلاب اور تہذیب نو کے فسانے

۱۸۵۷ء میں ہندوستان پر انگریزوں کا مکمل قبضہ ہوگیا، سقوط غرناطہ و بغداد کے بعد آسمان نے سقوط دلی کا بھی نظارہ دیکھا جو بڑے پیمانے پر مسلمانوں کے قتل عام کی شکل میں سامنے آیا، جنگ میں مسلمان ہی پیش پیش تھے اس لئے قبضہ کے بعد انگریزوں کے انتقام کا سارا نزلہ مسلمانوں ہی پر اترا۔

تختۂ دار و رسن اور تیغ ظلم و ستم سے جو مسلمان باقی بچے تھے ان کو ہر میدان سے کھدیڑ کر درماندگی و پسماندگی اور غربت و افلاس کی سب سے نچلی سطح کی طرف دھکیل دیا گیا، وفاداری اور جاسوسی کے انعام میں پڑوسی قوم کو تعلیم، فوج، تجارت اور سرکاری عہدوں میں مواقع اور سہولیات فراہم کی گئیں، ان حالات نے پوری امت کو مایوسی میں مبتلا کر دیا۔

لال قلعہ پر فرنگی جھنڈا لہرانے کے بعد ہر وہ چیز جس کا تعلق مسلم عہد سے تھا اس کے معنی بدل

گئے، پروفیسر ابواللیث صدیقی نے ایوان دہلی کی چوکھٹ پر تہذیب نو کی جو آہٹ محسوس کی ہے وہ بہت دردناک ہے، دیدۂ عبرت سے آپ بھی پڑھئے۔

''انقلاب کے بعد برطانوی پرچم لال قلعہ پر لہرانے لگا تو ایک نئے تہذیبی دور کا آغاز ہوا، اس نئے دور میں تہذیب کا تصور ہی بدل گیا، مشرق اور مشرقی روایات کی علم برداری کو رجعت پسندی قرار دیا گیا۔

اور مغرب پرستی، روشن خیالی اور ترقی کی دلیل ٹھہری، جس لباس پر ہمارے شرفا فخر کرتے تھے اور جو شاہی درباروں کا سرکاری جامہ تھا وہ چپراسیوں کی وردی بنا، اور کوٹ پتلون پہننے والے حلال خور اور کفش دوز............صاحب لوگ بن بیٹھے..............عربی، فارسی جس پر ہماری تہذیب، زبان اور شاعری کی بنیادیں استوار ہوئی تھیں ان کی جگہ بھی انگریزی نے لے لی اور لوگ سعدی، حافظ اور عمر خیام کو بھول کر شکسپیر اور ملٹن کی باتیں کرنے لگے''

(مقدمہ دیوان بہادر شاہ ظفر، ص۱۰)

انگریز اپنے اقتدار اور تہذیب کے لئے علمائے اہلسنت ہی کو خطرہ سمجھتے تھے، کیونکہ اپنے مسائل کو لیکر یہی لوگ زندہ قوم کی طرح ظالم حکمراں کے سامنے کھڑے تھے اور تمام ہندوستانی مسلمانوں کو انہی کے ساتھ جذباتی لگاؤ بھی تھا، اہلسنت کو چھوڑ کر پڑوسی قوم اور پوری وہابی لابی انگریز گورمنٹ کی حمایت میں کھڑی تھی، سرسید احمد خان لکھتے ہیں!

''بیس تیس برس پیشتر ایک بہت بڑے نامی مولوی محمد اسماعیل نے ہندوستان میں جہاد کا وعظ کہا اور آدمیوں کو جہاد کی ترغیب دی، اس وقت اس نے صاف بیان کیا کہ ہندوستان کے رہنے والے جو سرکار انگریز کے امن میں رہتے ہیں ہندوستان میں جہاد نہیں کر سکتے''

(اسباب بغاوت ہند، ص۱۶)

اسلامی اقدار، مغرب پرستی کی زد پر

مسلمانوں کی دینی حمیت، مغربی اقتدار کے لئے خطرہ بنی ہوئی تھی، ان کی دینی حمیت

وغیرت کی تیزی کوختم کرنے کے لئے برطانوی حکومت نے مختلف جہتوں میں کام کا آغاز کیا۔

(۱)مشن اسکول کھولے۔

(۲)اپنی قوم کے اعلیٰ دماغوں کی خدمات حاصل کرکے نصابی کتابیں تیارکیں، جن میں اسلامی شخصیات اورعقائد کو ہدف تنقید بنا کر مسلم بچوں کے دلوں سے ان کی اہمیت کم کرنے کی کوشش کی گئی۔

(۳)عربی، فارسی اوراردوکی جگہ انگریزی زبان وادب کو معیار کامیابی، اظہار شائستگی اور ذریعہ ترقی ٹھہرایا۔

(۴)یورپ سے پادریوں کو بلا کر اسلام اوراسلامی شخصیات کے خلاف زہراگلنے پر مامور کیا۔

(۵) جگہ جگہ اسپتال اور شفاخانے کھولے اوران میں مفت علاج ومعالجہ کی سہولیات فراہم کیں،لیکن ڈاکٹراورنرس کے نام پر جوعملہ رکھا گیاوہ دراصل عیسائی مبلغین تھے۔

(۶)ہرگاؤں میں پرائمری درجے کے اسکول کھولے،تعلیم کے نام پرمعصوم ذہنوں میں عیسائیت کا بیج بونے کے لئے انتہائی تربیت یافتہ عیسائی عورتوں یامغرب زدہ عورتوں کاانتخاب عمل میں لایا گیا۔

جہاں مفت تعلیم کے علاوہ بچوں کے سر پرستوں کو کپڑا،اناج اورروپے پیسے کی شکل میں امدادبھی دی جاتی تھی۔

برطانوی حکومت کے مذکورہ منصوبے اگرچہ خفیہ طور پرتدریجاً عملی شکل دیئے جارہے تھےلیکن بعض ارباب بصیرت کو بہت پہلے اس کی بھنک لگ گئی تھی،ان میں علامہ فضل حق خیرآبادی کی ذات بھی تھی،آپ فرماتے ہیں!

> ’’انہوں نے تمام باشندگان ہندکو،کیاامیر کیاغریب، چھوٹے بڑے،مقیم ومسافر،شہری ودیہاتی سب کونصرانی بنانے کی اسکیم بنائی............. یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ سب لوگ انہیں کی طرح ملحدوبے دین ہوکرایک ہی ملت پرجمع ہوجائیں اورکوئی بھی ایک دوسرے سے

ممتاز فرقہ نہ رہ سکے..........................اس لئے پوری جاں فشانی اورتن دہی کے ساتھ مذہب وملت کومٹانے کے لئے طرح طرح کے مکر وحیلہ سے کام لینا شروع کیا۔

انہوں نے بچوں اور نافہموں کی تعلیم اور اپنی زبان ودین کی تلقین کے لئے شہروں اور دیہات میں مدرسے قائم کئے۔

پچھلے زمانے کے علوم ومعارف اور مدارس ومکاتب کے مٹانے کی پوری کوشش کی۔

دوسری ترکیب یہ سوچی کہ مختلف طبقوں پر قابو اس طرح حاصل کیا جائے کہ زمین ہند کے غلہ کی پیداوار، کاشتکاروں سے لے کر نقد دام ادا کئے جائیں، اوران غریبوں کو خرید وفروخت کا کوئی حق نہ چھوڑا جائے، اس طرح بھاؤ کے گھٹانے بڑھانے اور منڈیوں تک اجناس پہنچانے اور نہ پہنچانے کے خود ہی ذمہ دار بن بیٹھیں۔

اس کا مقصد اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ خدا کی مخلوق مجبور و معذور ہوکر ان کے قدموں میں آپڑے اور خوراک نہ ملنے پر نصاریٰ کے ہر حکم کی تعمیل وتکمیل کرے''

(باغی ہندوستان، ص ۳۱)

پادری ایڈمنڈ نے پورے ہندوستان میں ایک گشتی چٹھی جاری کی جس کے الفاظ یہ تھے۔

''اب تمام ہندوستان میں ایک عملداری ہوگئی، تار برقی سے سب جگہ کی خبر ایک ہوگئی، ریلوے سڑک سے سب جگہ کی آمد ورفت ایک ہوگئی، مذہب بھی ایک چاہئے، اس لئے مناسب ہے کہ تم لوگ بھی عیسائی ایک مذہب ہوجاؤ''

(تاریخ تحریک آزادی ہند، ج ۲/ص ۲۱۳۔از: ڈاکٹر تاراچند)

پادری ایڈمنڈ کے اس چٹھی کا ذکر سرسید احمد خان نے بھی اسباب بغاوت ہند صفحہ ۲۷/ پر کیا ہے، مذکورہ حوالوں سے بڑٹش گومنٹ کے خطرناک عزائم کا پتا چلتا ہے، انگریزوں نے ہندوستانیوں کے پیچھے ایسے بہروپئے چھوڑے ہوئے تھے جو ایسے طالع آزما عناصر کی کھوج میں لگے رہتے جن کے اندر جاہ طلبی اور حرص وطمع کوٹ کوٹ کر بھری ہو یا ایسے لوگوں کی تلاش میں لگے رہتے جو ہر حال میں مادی ترقی وخوشحالی کے دلداہ ہوں اور ظاہری شان وشوکت اور عزت وشہرت کی خاطر کچھ بھی کر گزرنے کے

لئے تیار ہوں۔

☆بد قسمتی سے برٹش گورمنٹ کو ہر قوم سے ایسے کچھ لوگ مل گئے۔

☆انگریزوں کے اشارے پر کچھ ہندومؤرخین نے مسلمانوں کے خلاف لکھنے اور بولنے کا بیڑا اٹھایا،ان میں قابل ذکر پنڈت دیانند سرسوتی ہیں، اس نے ستیارتھ پرکاش لکھی، جس میں انہوں نے جی بھرکر اسلام اور اسلامی مقتدر شخصیات کو نشانہ بنایا۔

☆شنکر راجپال آچاریہ نے رنگیلا رسول نامی کتاب لکھی، جس میں اس آچاریہ نے وہ زبان استعمال کی ہے، جس سے اندازہ ہوا کہ ایک آچاریہ اس حد تک گر سکتا ہے۔

☆اسی طرح ۱۹۳۶ء میں گڑگاؤں ہریانہ کے ایک معالج ڈاکٹر رام گوپال نے کھلے عام رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں گستاخیوں کا آغاز کیا۔

☆۱۹۲۹ء میں حیدرآباد سندھ کے رہنے والے نتھورام نامی ایک آریہ سماجی نے حضور ﷺ کی شان اقدس میں بکواس کر کے انگریزوں کا آلہ کار بنا۔

☆پنڈت شردھانند مشہور آریہ سماجی نے ایک طرف شدھی تحریک کا آغاز کر کے مسلمانوں کو ہندو مذہب قبول کرانے کی کوشش کی تو دوسری جانب شان رسالت ماب ﷺ اور مذہب اسلام پر تنقیدات کا سلسلہ شروع کر دیا۔

کولکتہ کے بھولا ناتھ سن اور قصور کے پالامل نے بھی حضور کی شان اقدس میں گستاخیاں کر کے مسلمانوں کو روحانی اذیت پہنچانے کا کام شروع کر دیا۔

یہ حالات دیکھ کر کچھ مسلم نوجوانوں کو غیرت آئی ،جب تک انہوں نے بدلہ نہ لے لیا ان کو چین نہیں آیا۔ بقول پروفیسر بدر چشتی۔

''غازی عبدالرشید نے پنڈت شرھانند کو۔ غازی عبدالعلیم نے راجپال لاہوری کو۔ غازی عبداللہ اور امیر احمد نے بھولا ناتھ کولکتوی کو۔ غازی محمد صدیق نے پالامل اور غازی عبدالقیوم نے نتھّو رام کو قتل کر ڈالا''۔

(جہان امام احمد رضا۔ جلد۱۹ ارص ۱۷۴)

☆ بنکم چندر چٹر جی بنگالی ادیب نے ''آنند مٹھ'' نامی کتاب لکھی یہ کتاب ہندوؤں میں اور خاص طور پر بنگالیوں میں وید کا درجہ رکھتی ہے، اسی کتاب کے خاتمے پر مصنف نے مشہور زمانہ شرکیہ نظم وندے ماترم لکھی ہے۔

اسی کتاب میں مصنف نے مسلمانوں کی حکومت ختم ہونے اور انگریزوں کی فتح پر خوشیوں کا اظہار کیا ہے، پنڈت شردھانند اور بنکم چندر چٹر جی نے انگریزوں کو مشورہ دیا تھا کہ ہندوستان سے مسلمانوں کا اور تمام اسلامی شعائر و علامات مساجد و مقابر کا یک لخت خاتمہ کر دینا چاہئے۔

☆ انگریزوں کے اشارے پر پڑوسی قوم نے اذان، گائے کی قربانی، جلوس محرم کے نام پر طویل فسادات کا سلسلہ شروع کیا، انگریزوں کے مظالم سے جو مسلمان بچ گئے تھے وہ یوں برباد ہو رہے تھے۔

اس غداری کے بازار میں ایمان فروشی کے لئے کچھ اپنے بھی موجود تھے۔

☆ مولوی اسماعیل دہلوی نے امت کی متحدہ قوت کو پارہ پارہ کرنے کے لئے تقویۃ الایمان نامی کتاب لکھی اور سب سے پہلے اس کتاب کو لاکھوں کی تعداد میں برٹش گورمنٹ نے طبع کرا کر مفت تقسیم کیا۔

☆ وہابیوں نے دنیا کے تمام خوش عقیدہ مسلمانوں پر کفر و شرک کا فتوی

لگا کرامت کے رشتہ کو نبی محترم سے توڑنے کی کوشش کی، جس کی وجہ سے پورے ملک میں ہنگامے ہوئے۔

☆ اہلحدیث، غیر مقلدین نے انگریزنوازی کی تمام حدیں پار کردیں، فتنۂ عدم تقلید برپا کر کے امت کا رشتہ اسلاف سے توڑنے کی کوشش کی۔

☆ مولوی رشید احمد گنگوہی نے فتاویٰ رشیدیہ، فتویٰ امکان کذب لکھ کر، مولوی قاسم نانوتوی نے تحذیرالناس نامی کتاب میں مسئلہ ختم نبوت کے اجماعی قطعی عقیدے کو مشکوک بنا کر۔

مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے براھین قاطعہ نامی کتاب میں اللہ کے لئے امکان کذب کی تصدیق اور رسول اللہ کے علم مبارک پر شیطان کے حقیر و ذلیل علم کی برتری دکھا کر۔

مولوی اشرف علی تھانوی نے رسول اللہ کے علم مبارک کو حقیر و ذلیل مخلوقات سے تشبیہ دیکر۔

اور مرزا غلام احمد قادیانی نے دعوائے نبوت کر کے انگریزوں کا حق نمک خوب خوب ادا کیا اور امت کے درمیان بدقسمت دڑاڑوں کو اور وسیع کر دیا، امت کے دامن اتحاد میں ان نمک حلالوں کے ہاتھوں جو شکاف پڑ چکا تھا، حکمت کی سوئی اس کو سینے، پرونے سے عاجز تھی۔

انگریزوں کی ریشہ دوّانی کارگر ثابت ہوئی، ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان جنگ و جدال کا بازار گرم ہو گیا اور دوسری طرف مسلمان........فرقوں میں بٹ کر آپس ہی میں دست و گریباں ہو گئے اور ان کے درمیان بحث و مناظرہ کا ایک تھکا دینے والا سلسلہ چل پڑا، جس کی وجہ سے اصل مسائل کی طرف عام مسلمانوں کا ذہن جا ہی نہ سکا۔

کفر کا نیا روپ اور گنگا جمنی تہذیب

تاریخ گواہ ہے، جب کبھی اقلیت نے اکثریت کے ساتھ رہنے کے سخت اصول نہ اپنائے ....اقلیت برباد ہوگئی یا اکثریت میں مدغم ہوگئی، ہندوستان پر برطانوی تسلط کے بعد بدقسمتی سے ہماری پڑوسی قوم نے ملک کے اندر ایسی فضا بنانے کی کوشش تیز کردی تھی جس سے یا تو مسلمان فنا ہوجاتے یا تدریجاً اکثریت میں مدغم ہوجاتے یا پھر عاجز اور بے دست و پا بن کر رہ جاتے۔

ہمسایہ قوم نے سب سے پہلے انگریزوں کو اپنی بلا مشروط وفاداری کی یقین دہانی کرائی، اس کے لئے انہوں نے کبھی مسلمانوں کو، کبھی دلتوں کو اور کبھی اپنے سیاسی اصولوں تک کی بلی چڑھادی۔

اس کے بعد ہی بڑی دوراندیشی سے انہوں نے انگریزوں سے اپنی وفاداریوں کے انعام میں مراعات لے لے کر پہلے تعلیمی پھر اقتصادی و تجارتی میدانوں میں اپنا قدم جمانا شروع کیا۔

صرف تعلیمی میدان میں ان کی ترقی کی رفتار کیا تھی اس کے متعلق پروفیسر سید سلیمان اشرف بہاری فرماتے ہیں۔

> ''انگریزی سلطنت میں............. ہندوستانیوں نے دیکھا کہ اب بقا اور نمود کی زندگی بغیر علوم مغربی حاصل کئے ناممکن ہے، تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا اور ہندوؤں نے بڑھ کر انگریزی تعلیم کا استقبال کیا.............۱۸۳۵ء میں مسلمانوں نے انگریزی حکومت کو ایک درخواست دی تھی جس میں مانگ کی گئی تھی کہ انگریزی تعلیم پر کوئی رقم صرف نہ کی جائے، اس درخواست پر آٹھ ہزار مسلمانوں کے دستخط تھے، اسی سال راجہ رام موہن رائے کی سرپرستی میں ایک وفد ہندوؤں کا پیش ہوا، انہوں نے گورمنٹ سے مانگ کی تھی کہ کل رقم انگریزی تعلیم میں صرف کی جائے...
>
> ....عہد موجود میں ہندو تعلیم میں بہت آگے ہیں، اس سبب سے حکومت میں ان کا حصہ بھی بہت ہی غالب ہے، بلکہ عملاً آدھی حکومت ہندوؤں کی ہے،.......................
>
> . ... ہندوؤں نے اس قدر تعلیم حاصل کرلی ہے

اگر دس برس تک یک قلم تعلیم سے دست کش ہو جائیں اور مسلمان اس اثنا بڑی سرگرمی سے تعلیم حاصل کریں جب بھی ہندو تعلیم یافتوں کا شمار مسلمانوں کے المضاعف ہوگا''

(النور،ص ۱۹۲؍تا ۱۹۶)

یہ مختلف جگہوں کی عبارات ہیں، میں نے اقتصار کے لئے کچھ الفاظ بھی بدل دیئے ہیں البتہ مفہوم ہو بہو وہی ہے، علامہ سید سلیمان اشرف بہاری نے کالج اور کالج میں پڑھنے والے طلبہ کی تعداد پر بھی روشنی ڈالی ہے، ذرا اس پر بھی ایک نظر ڈال لیں۔

علامہ موصوف کا تجزیہ ایک چشم کشا تحریر ہے جو ۱۹۴۷ء سے پہلے ہندوؤں کی تعلیمی میدان میں واضح برتری کو بتاتی ہے۔آپ فرماتے ہیں!

''اس وقت ہندوستان میں مجموعی تعداد کالجوں کی ایک سو پچیس (۱۲۵) ہے، تین مسلمانوں کے اور ایک سو بائیس (۱۲۲) ہندوؤں کے۔

ان میں سے اگر سرکاری کالجوں کو جن کی تعداد کل چونتیس (۳۴) ہے، الگ کر لئے جائیں جب بھی اٹھاسی (۸۸) کالج خاص ہندوؤں کے رہ جاتے ہیں۔

ان میں بائیس (۲۲) کالج ایسے ہیں جس میں گورمنٹ کی امداد قطعاً شامل نہیں، اور چھیاسٹھ (۶۶) کالج ہیں جن میں گورمنٹ کی امداد جاری ہے۔

تین اور اٹھاسی کی نسبت ذرا غور سے ملاحظہ کیجئے پھر تعلیم کے ملیامیٹ کر دینے کا فیصلہ کیجئے۔

سارے کالجوں میں مجموی تعداد ہندوستانی طلبہ کی چھیالیس ہزار چار سو سینتیس ہے (۴۶۴۳۷) جن میں سے مسلم طلبہ چار ہزار آٹھ سو پچھتر ہیں (۴۸۷۵)، ہندو طلبہ کی تعداد اکتالیس ہزار پانچ سو باسٹھ ہے (۴۱۵۶۲)۔

کہا جاتا ہے کہ ہندو چوبیس کڑوڑ اور مسلمان سات کڑوڑ ہیں، اس تناسب سے جب کہ مسلمانوں کے تین کالج (علی گڑھ، لاہور، پشاور) تھے، ہندوؤں کے بارہ ہوتے، مسلمان طلبہ کی تعداد کالجوں میں چار ہزار تھی تو ہندو سولہ ہزار ہوتے''

(النور،ص ۱۹۶)

علامہ سید سلیمان اشرف بہاری نے اس وقت کے حالات کا جس باریکی سے مطالعہ فرمایا ہے وہ تاریخی حیثیت سے بہت اہم ہے،آپ کے بقول ہندوؤں نے یہ بھانپ لیا تھا کہ انگریز ایک دن ضرور ہندوستان چھوڑ کر جائے گا اوراس کے جانے کے بعد حکومت کی باگ ڈور اس قوم کے ہاتھ میں آئے گی جس کے افراد مال، تجارت، سیاست اور تعلیم میں آگے ہوں گے، اس لئے تقسیم کار کے اصول پر عمل کرتے ہوئے انہوں نے ہر میدان میں ایک مناسب تعداد اتار دی اور ایک مدت تک محنت ومشقت ، کفایت شعاری، زراندوزی کر کے ہر سطح پر خود کو مضبوط کیا اور تعلیم و سیاست میں سوجھ بوجھ پیدا کر کے اپنے اندر جہاں بانی وحکمرانی کی اہلیت پیدا کر لی۔

مسلم سیاسی قیادت ہمسایہ قوم کے عزائم سے بالکل بے خبر تھی، ہندومسلم اتحاد کے نام پر ایسی سیاسی تحریکات کا آغاز کیا گیا جن میں آزادی ہند کے نام پر خوش کن، جوش بھرے نغمے تو تھے لیکن ان تحریکات کا انجام ہر حال میں مسلمانوں کی تباہی و بربادی کی صورت میں سامنے آنے والا تھا۔

تحریک ترک مولات۔

تحریک خلافت۔

تحریک ہجرت۔ وغیرہ

ان تحریکات میں سے ہر تحریک کا پس منظر اس کے اغراض ومقاصد کی تہ داری کے اعتبار سے اتنا حیران کن ہے کہ مستقل مطالعہ اور مستقل عنوان کا تقاضا کرتا ہے، ان سب میں جس بات کو مرکزی حیثیت حاصل تھی وہ ہے ''ہندومسلم اتحاد'' ''گنگا جمنی تہذیب کا آغاز'' یا دین الٰہی کی دوسری شکل کا ظہور۔

اس گنگا جمنی تہذیب کے پر جوش داعیوں میں مندرجہ ذیل افراد کے نام نمایا طور پر تاریخ میں محفوظ ہیں۔

☆ مولانا محمد علی جوہر۔

☆مولانا شوکت علی۔

☆مولانا عبدالماجد بدایونی۔

☆ظفر الملک مولانا اسحٰق علی۔

☆ابوالکلام آزاد۔

☆ڈاکٹر سیف الدین کچلو۔

☆عبدالماجد دریا آبادی۔

☆مولانا عبدالباری فرنگی محلی۔

☆قاضی عدیل عباسی۔

☆عنایت اللہ مشرقی۔

☆مولوی عزیز گل دیوبندی۔

☆مولانا آزاد سبحانی۔

ان مسلم لیڈروں کے بعض کفری اقوال وافعال آپ بھی ملاحظہ کیجئے اور اندازہ لگایئے کہ دین کے دانشور کہلانے والے یہ لیڈرکس حد تک سازش کے شکار ہو چکے تھے۔

☆مولانا محمد علی جوہر نے کہا ''رسول کے بعد میرے اوپر گاندھی جی کا حکم نافذ ہے'' (تحریک خلافت،ص۸۰)از: قاضی عدیل عباسی۔

☆مولانا جوہر اور مولانا شوکت علی'' گاندھی جی کو باپو کہا کرتے تھے'' (ایضا،ص،۸۰)

☆مولانا جوہر نے اپنی تقریر میں ایک مرتبہ فرمایا ''اگر ہندو میری ماں کی عصمت دری کریں تب بھی میں ہندوؤں سے نہیں لڑونگا'' (ایضا،ص۲۵۱)

☆مولوی عزیز گل نے کہا کہ ''ہم نے گاندھی کو اپنا رہنما مان لیا ہے، آگے جانے کہے گا تو آگے جائیں گے، پیچھے ہٹنے کہے گا تو پیچھے ہٹ جائیں گے، جب تک وہ راہ حق پر رہے

گا ہمارا رہنما ہے'' (ایضا،ص۸۰)

☆مولانا آزاد سبحانی '' گاندھی جی کے آشرم چلے گئے تھے اور انہی کی طرح لباس پہن لیا تھا اور مولانا ابوالکلام قولا وعملا گاندھی جی کے ہمنوا ہو گئے تھے'' (ایضا،ص۸۰)

☆ایک ایسی مجلس میں گاندھی جی آئے جس میں خواجہ حسن نظامی، اہلحدیث عالم مولانا ثناء اللہ امرتسری اور ڈاکٹر سیف الدین کچلو پہلے سے موجود تھے، ان کے آتے ہی یہ حضرات کھڑے ہو کر ان کا استقبال کرتے ہیں اور گاندھی جی کی جے کا نعرہ بھی لگاتے ہیں۔ (ایضا،ص۱۵۴)

☆مسلمانوں نے مسلم لیڈروں کے کہنے پر گاندھی کی ٹوپی اور کھدّر کا لباس پہن لیا بلکہ ترکی ٹوپی جو اس وقت خاص مسلمانوں کی علامت سمجھی جاتی تھی اسے جلا ڈالا۔ (ایضا،۱۵۷)

(فتاویٰ رضویہ، ج۶ رص۱۱)

☆ تلک کے مرنے پر مسلم لیڈراوران کے کہنے پر مسلم طلبہ نے سوگ منایا، ننگے سر اور ننگے پیر گنگا کے کنارے تک گئے، مولانا شوکت علی اور ڈاکٹر سیف الدین کچلو نے اس کی ارتھی کو کاندھا دے کر شمشان گھاٹ تک پہنچایا۔ (ایضا،ص۱۶۱)

☆ بلکہ ان لیڈروں کے کہنے پر مسلمانوں نے جامع مسجد دلّی میں تلک کے لئے ننگے سر جمع ہو کر دعائے مغفرت کی، فاتحہ خوانی کی اور اس کی مغفرت کے لئے اشتہار شائع کیا۔

(فتاویٰ رضویہ، ج۶ رص۳)

☆ مولانا عبدالماجد بدایونی نے برسرممبر کہا کہ خدا نے گاندھی کو مذکر و مدبر بنا کر بھیجا ہے، مولوی اسحٰق ظفر الملک نے کہا کہ اگر نبوت ختم نہ ہوئی ہوتی تو گاندھی جی نبی ہوتے، ابوالکلام آزاد نے مسٹر گاندھی کے لئے مقدس ستودہ صفات کے القاب استعمال کئے، حیرت کی بات یہ کہ ایسا انہوں نے جمعہ کا خطبہ دیتے ہوئے کیا۔

مولوی عبدالماجد دریا آبادی کے نزدیک توحید کے بعد رسول کو ماننے کی ضرورت نہیں

تھی، حضرت عیسیٰ مجہول النسب تھے، ان کی والدہ کی معاذ اللہ عصمت مشکوک تھی، رسول اللہ نے اپنی تعظیم کی آیتیں قرآن میں بڑھا کر اپنے ماننے والوں کی آزادی پامال کر دی ہے۔

مولانا شوکت علی نے کہا کہ ہندو مسلم اتحاد کے لئے ان شاء اللہ ایک ایسے مذہب کی بنیاد رکھی جائے گی جو کفر و اسلام کا امتیاز مٹا دے گا اور پریاگ وسنگم کو ایک مقدس علامت ٹھہرائے گا۔ میرٹھ میں گاندھی کی آمد پر جلوس نکالا گیا اور مسلمانوں نے ماتھے پر قشقے لگائے، دلی کی جامع مسجد کے ممبر پر پنڈت شردھانند کو اور امرتسر کی جامع مسجد کے ممبر پر گاندھی جی کو بٹھا کر مسلمانوں نے ان کی تقریر سنی۔

مذکورہ بالا اقوال کفریہ وافعال شرکیہ اس وقت کے ہم عصر ماہناموں، روزناموں، اخبارات، رسائل وجرائد کے ذریعے پورے ملک میں پھیل چکے تھے بلکہ بعض جلسوں میں مسلم لیڈروں کے سامنے اہل حق نے ان کی یہ خلاف اسلام حرکتیں پیش کیں تاکہ وہ توبہ ورجوع کر کے برأت کا اعلان کر دیں مگر مسلم لیڈروں سے ایسا نہ ہو سکا، اس موضوع پر مزید معلومات کے لئے آپ مندرجہ ذیل حوالوں کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔

☆الرضا　بریلی شریف　شمارہ ذیقعدہ　۱۳۳۸ھ ۱۹۲۰ء

☆اتفاق　دہلی　شمارہ　۲۷/اکتوبر ۱۹۲۰ء

☆الفقیہ　امرتسر　شمارہ ذیقعدہ　۱۳۳۹ھ ۱۹۲۱ء

☆پیسہ اخبار　لاہور　شمارہ　۱۸/نومبر ۱۹۲۰ء

☆دبدبۂ سکندری　رامپور　۱/نومبر ۱۹۲۰ء

☆فتاویٰ رضویہ　ج،۶/ص ۳

☆النور　از سید سلیمان اشرف بہاری　ص ۱۵۰

☆تحریک خلافت　از قاضی عدیل عباسی

☆ آزدی کی جنگ ازعبدالوحیدخان

امام احمد رضا......نور خدا کے محافظ

۱۸۵۷ء میں دلی پر انگریزوں کے تسلط کے بعد چاروں طرف سے اسلامیان ہند کے خلاف فتنوں نے اس شدت سے سر اٹھایا گویا تمام فتنوں کو اسی وقت کا انتظار تھا، فتنوں کی اس آندھی کے بیچ اللہ کے دین کا چراغ اس دیار ہند میں چراغ سحری لگنے لگا لیکن اللہ کا ارشاد ہے ''**یریدون ان یطفئوا نور الله بافواههم ویابی الله الاان یتم نوره ولو کره الکفرون**'' (توبہ،۳۲)

ظالم پھونکوں سے اللہ کے چراغ کو بجھا دینا چاہتے ہیں، اللہ دین کا چراغ ہرگز بجھنے نہ دے گا بلکہ اس کے نور کو اور بڑھائے گا اگرچہ کافر برا مانیں۔

اس لئے چراغ مصطفوی پر نگاہ رکھنے والی آنکھوں کو اللہ نے ۱۸۵۷ء سے ایک سال پہلے ۱۸۵۶ء ہی میں پیدا فرما دیا تھا، ان آنکھوں نے اس شان سے نور خدا کی نگہبانی فرمائی کہ آندھیوں کی شدت ماند پڑ گئی اور طوفان نے اپنا رخ بدل دیا، انہیں مہربان آنکھوں کو بعد میں امام احمد رضا خان بریلوی کا نام دیا گیا۔

پروفیسر مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

''۱۹۱۹ء اور ۱۹۲۰ء اور اس کے بعد ہندی اور اسلامی تہذیب کی آمیزش کے جو نظارے سامنے آئے ....اگر امام احمد رضا اپنی پوری قوت سے اس سیلاب عظیم کی مزاحمت نہ فرماتے تو آج اسلام کی صورت دیکھنے کو برصغیر کے مسلمان ترس رہے ہوتے''

(تنقیدات وتعقبات.......۱۴۲)

اعلیٰ حضرت نے سب سے پہلے داخلی فتنوں کا تعاقب کرتے ہوئے مندرجہ ذیل شخصیات کا علمی محاسبہ فرمایا۔

مرزاغلام احمد قادیانی،مولانا اسماعیل دہلوی،مولوی سیداحمد بریلوی،مولوی صدیق حسن بھوپالی،مولوی نذیرحسین ٹانڈوی،مولوی اسحٰق دہلوی،مولوی رشیداحمد گنگوہی،مولوی قاسم نانوتوی، مولوی خلیل احمدانبیٹھوی،مولوی اشرف علی تھانوی،مولوی حسین احمد مدنی،مولوی محمدعلی مونگیری ناظم ندوہ،مولوی ابوالکلام آزاد،مولوی عبدالماجد دریا آبادی،مولانا محمدعلی جوہر،مولوی شوکت علی،مولوی اسحٰق ظفرالملک، ڈاکٹرسیف الدین کچلو،مولوی عنایت اللہ مشرقی،مولوی ابوالعلی مودودی،سرسید احمد خان وغیرہم

رہبری کے نام پرجن چندمولویوں نے اپنی چندکفری تحریروں کے ذریعہ مذہبی دنیامیں بھونچال پیداکردیاتھا آپ نے شدیدعلمی گرفت فرمائی اوران عبارات کابارگاہ الٰہی اور بارگاہ رسالت میں مبنی برتوہین ہوناواضح فرمادیا،ان کے غیرشرعی افعال واقوال پرشدیدتعاقب فرماکران کی واقعی علمی حیثیت کوبےنقاب فرمایا۔

ان میں سےبعض کوعلماءحرمین شریفین کی عدالت میں پیش فرمایا تاکہ وہاں سے فیصلہ آنے کے بعد برصغیرکےمسلمانوں کےسامنےان مولویوں کےسنگین جرائم کی حقیقت واضح ہوجائے،علمائے حرمین کے فیصلے نے مولوی رشیداحمدگنگوہی ،مولوی قاسم نانوتوی،مولوی خلیل احمدانبیٹھوی،مولوی اشرف علی تھانوی اورمرزاغلام احمدقادیانی جیسے مدعیان علم کوحکم شرعی کےمطابق ''کفروارتداد'' جیسے جرائم کامرتکب ٹھہرایا،اعلیٰ حضرت نےتمام اختلافی مسائل پراہل حق کےموقف کی حمایت میں ایسی عالمانہ محققانہ کتابیں لکھیں کہ باطل اپنی شدت کھوبیٹھا،مختلف مکاتب فکرکےجن علماءکاآپ نےسخت علمی محاسبہ فرمایاان کی فکری اورعلمی کمزوریوں کوسمجھنے کے لئے اعلیٰ حضرت کی مندرجہ ذیل کتب ورسائل کی طرف رجوع کریں،جن کامطالعہ نہ صرف ایمان وعقیدہ کی پختگی کا سبب بنے گا بلکہ وسعت فکرونظر کے ساتھ علم میں بھی بہت کچھ اضافے کا سبب بنے گا۔

☆ **تمهیدالایمان☆حسام الحرمین☆الکوبة الشهابیه☆ سبحان السبوح**

☆ سل السیوف الهندیه☆ شمول الاسلام☆ منیر العینین☆ سلطنة المصطفیٰ☆ منیة اللبیب☆ تجلّی الیقین☆ حاجز البحرین☆ جزاء الله عدوه☆ رد الرفضه

ان کے علاوہ ان موضوعات پر اعلیٰ حضرت کی ڈیڑھ سو سے زائد کتابیں موجود ہیں جن کا مطالعہ مختلف مکاتب فکر کے نظریات کو سمجھنے کے لئے کافی مفید ثابت ہوگا۔

(تصانیف امام احمد رضا، ص ۳۲ / از: علامہ عبدالمنان نعمانی)

اعلیٰ حضرت نے محسوس کیا کہ تقویۃ الایمان، فتاویٰ رشیدیہ، تحذیر الناس، حفظ الایمان، براہین قاطعہ جیسی قابل اعتراض کتابوں سے امت کا رشتہ اپنے نبی محترم سے کمزور پڑ رہا ہے آپ نے امت کو متنبہ فرمایا۔

قرآن وحدیث ارشاد فرما چکے ہیں کہ ایمان کے حقیقی وواقعی ہونے کو دو باتیں ضرور ہیں۔

(۱) محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم۔

(۲) محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کو تمام جہاں پر تقدیم۔ تو اس کی آزمائش کا یہ صریح طریقہ ہے کہ تم کو جن لوگوں سے کیسی ہی تعظیم، کتنی ہی عقیدت، کتنی ہی دوستی، کیسی ہی محبت کا علاقہ ہو، جیسے تمہارے باپ، تمہارے استاد، تمہارے پیر، تمہاری اولاد، تمہارے بھائی، تمہارے احباب، تمہارے اصحاب، تمہارے مولوی، تمہارے حافظ، تمہارے مفتی، تمہارے واعظ وغیر وغیرہ کسے باشد۔ جب وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کریں اصلاً تمہارے دل میں ان کی عظمت، ان کی محبت کا نام ونشان رہے فوراً ان سے الگ ہو جاؤ، ان کو دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو، ان کے نام سے نفرت کھاؤ، پھر نہ تم اپنے رشتے، علاقے، دوستی، الفت کا پاس کرو، نہ اس کی مولویت، شخصیت، بزرگی، فضیلت کو خطرے میں لاؤ کہ آخر یہ جو کچھ تھا محمد رسول اللہ ﷺ کی غلامی کی بنا پر تھا، جب یہ شخص ان ہی کی شان میں گستاخ ہوا پھر ہمیں اس سے کیا علاقہ رہا، اس کے جبے عمامے پر کیا جائیں، کیا بہترے یہودی جبے نہیں پہنتے؟ عمامے نہیں باندھتے۔

ان کے نام، علم وظاہری فضل کو لے کر کیا کریں، کیا بہترے پادری بکثرت فلسفی، بڑے

بڑے علوم وفنون نہیں جانتے۔ (تمہید الایمان، ص۱۴)

مسلمانوں کے دین وایمان پر فکر باطل کی یلغار سے تڑپ کر ایک جگہ اعلیٰ حضرت نے یوں سوز دل کا اظہار فرمایا۔

''مسلمان کہلانے والو! اللہ اپنا ایمان سنبھالو! واحد قہار کے قہر سے ڈرو! حب للہ وبغض للہ کے سامان درست کرو! نیچری تہذیب اور ساختہ تادیب کی خواب غفلت سے جاگو! جس سے کلمۂ تکفیر وتوہین خدا اور سول سنو، تمہارا کیسا ہی معظم یا پیارا ہو دور کرو، دور بھاگو، خدا کے دشمن کو دشمن مانو، اس سے تعلق کو آگ جانو، ورنہ عنقریب دیکھ لوگے کہ تمہارے قلوب مسخ ہوگئے، تمہارے ایمان نسخ ہوگئے، تمہارے نکاح فسخ ہوگئے''

(فتاویٰ رضویہ، ج۶ ص۱۶)

تقویۃ الایمان کے مصنف نے محبوبان خدا کی شان میں جو زبان استعمال کی ہے وہ بہت مشہور ہے، اس کتاب کی بازگشت فتاویٰ رشیدیہ، براہین قاطعہ، تحذیر الناس، حفظ الایمان، بہشتی زیور اور جہد المقل جیسی کتابوں میں صاف محسوس کی جاسکتی ہے، مسلمانوں کی شدید برہمی کے بعد بھی نہ انہوں نے کتابوں کی اشاعت بند کی، نہ متنازعہ عبارات کتابوں سے ہٹائیں اور نہ ہی انہوں نے توبہ ورجوع کیا، جبکہ ان کتابوں کی وجہ سے امت فرقوں، جماعتوں اور ٹولیوں میں بٹ بٹ کر اپنی قوت کھو رہی تھی، اعلیٰ حضرت کو اس بات کا شدید احساس تھا کہ اگر اختلاف کی بنیاد (متنازعہ عبارات) ختم نہ کی گئی تو امت مزید ہراساں ہوکر برباد ہوجائے گی، آپ نے ان کتابوں کے مصنفین سے براہ راست رابطہ فرمایا، خطوط لکھے، رجسٹریاں بھی بھیجیں، متنازعہ عبارات کی اشاعتوں اور ان کے سنگین نتائج کی طرف بار بار توجہ دلائی، احقاق حق کے لئے آمنے سامنے گفت وشنید حتی کہ مناظرے کی دعوت بھی دی مگر اتحاد واتفاق کی ساری کوششیں آپ کی بیکار ثابت ہوئیں۔

محبوبان خدا کی تنقیص وتوہین کا سلسلہ بدقسمتی سے آج بھی جاری ہے بلکہ منظّم ہوکر انہوں نے اس باب میں بڑی وسعت پیدا کرلی ہے، قرآن، حدیث، تواریخ وسیر سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر اپنے

باطل نظریات کے لئے مواد جمع کرلیا ہے، حالانکہ مواد کی فراہمی اور انتخاب میں انہوں نے علم و دیانت کا خون کر کے محض جھوٹی تسلیاں دینے کی کوشش کی ہیں۔

ایک عبرت آموز واقعہ

پروفیسر مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مخالف کیمپ کے ایک نامور عالم نے اپنی کتاب پر تقریظ لکھنے کی گزارش کی، اس کتاب میں مصنف نے محبوبان خدا کی شان میں نازیبا الفاظ اور گستاخانہ لب ولہجہ استعمال کر کے تقویۃ الایمان کی روایت کو دہرانے کی کوشش کی تھی۔

مثلاً نبی وولی........اللہ کی بے بس و عاجز مخلوق ہوتے ہیں۔

کسی کو کنویں میں ڈال دیا گیا۔

کسی کو قید کسی کو بیمار کر دیا گیا۔

کسی کو دریا میں پھینک کر مچھلی کے پیٹ میں محبوس کر دیا گیا۔

کسی کو میدان جنگ میں لہولہان کر دیا جاتا ہے۔

کسی کو آگ میں ڈال دیا گیا۔

کسی کو رونے کی وجہ سے بینائی سے محروم کر دیا گیا۔

یہ سب ان کی بے بسی و عاجزی کی وجہ سے پیش آیا۔

پروفیسر موصوف نے فرمایا! بھئی! اللہ کے محبوبوں کا یہ کیسا تعارف آپ نے کرایا ہے؟

صاحب کتاب نے جواب دیا کہ یہ سب تو قرآن میں موجود ہے۔

پروفیسر موصوف آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا۔

''یہ واقعات آپ کو قرآن میں مل گئے مگر اسی قرآن میں آپ کو وہ آیات نظر نہیں آئیں جو انبیائے کرام اور تمام محبوبان خدا کی عظمت پر صریح دلالت کرتی ہیں، پروفیسر موصوف نے متعدد آیات قرآنیہ ترجمے کے ساتھ پیش کیں اور فرمایا اللہ اللہ یہ سارے

اذ کار قرآن حکیم میں موجود ہیں، ان کا کیوں ذکر نہ کیا؟ عالم مذکور سٹپٹا گئے، کہنے لگے محبوبان خدا کی عظمتوں کا ذکر کیا جائے تو لوگ کفر وشرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں''

پروفیسر موصوف نے فرمایا کہ اس کی تدبیر تو حق جل مجدہ فرماتا........جس نے ایسی آیات نازل فرمائیں، آپ کیوں اس فکر میں مبتلا ہو گئے، نامراد ہو کر وہابی مولوی وہاں سے چلتے گئے۔

(نور ونار، ص۳۴۔از: پروفیسر مسعود احمد)

وہابیت کی خمیر معلوم نہیں کس قسم کی ایمانی مٹی سے تیار ہوئی ہے کہ جونہی کسی محبوب خدا کی عظمت کا چرچا ہوتا ہے کفر وشرک کی بو.......ستانے لگتی ہے، حالانکہ ذات باری اور تمام مخلوقات کے درمیان بطور حقیقت کوئی بھی چیز مابہ الاشتراک نہیں، اس طے شدہ اصول کے باوجود اللہ رب العزت نے بہت دفعہ اپنی ذات سے منسوب اوصاف کو مخلوق کی طرف بھی منسوب فرمایا ہے، ان تمام جگہوں میں کوئی بھی صاحب ایمان، سمجھنا تو دور کی بات ہے، وہم بھی نہیں کرتا کہ عبد اور معبود دنوں کے لئے استعمال کیا گیا وصف دونوں جگہ ایک ہی معنی کے لئے استعمال ہوا ہے، چند مثالوں سے اس کو سمجھئے۔

(۱) **وجود:**---- عبد اور معبود دنوں وجود سے متصف لیکن عبد کا وجود اللہ کی عطا سے ہے، عبد فانی حادث ہے، معبود کا وجود عین ذات واجب لذاتہ، معبود باقی قدیم، ہر صاحب ایمان یہی سمجھتا ہے۔

(۲) **عزیز، رؤف، رحیم:**---- سورۂ توبہ کی آخری آیت میں رسول خدا ﷺ کے لئے استعمال ہوا ہے، جبکہ قرآن ہی میں بیشمار جگہوں پر خود اللہ نے ان اوصاف کو اپنے لئے بھی استعمال فرمایا ہے۔

(۳) **العزۃ:**------ سورۃ النساء، پارہ۴/آیت ۱۳۹/، سورۂ یونس، پارہ۱۱/آیت ۶۵/سورۂ فاطر پارہ۲۲/آیت ۱۰/میں اللہ نے اس صفت کو اپنے لئے استعمال فرمایا ہے''**ان العزۃ للہ جمیعا**'' جبکہ سورۂ منافقون پارہ۲۸/آیت ۸/میں اپنے لئے بھی اور اپنے رسول بلکہ عام مؤمنین کے لئے بھی اللہ نے استعمال فرمایا''**للہ العزۃ ولرسولہ وللمؤ منین**''۔

پہلی تین سورتوں میں اللہ نے فرمایا کہ کل عزتیں اللہ کی ہیں یعنی اس میں حصص ممکن نہیں،

پھر سورۂ منافقون میں اس عزت کو اللہ نے اپنے ساتھ رسول اور عام مؤمنین کے لئے بھی ثابت فرمایا، مطلب واضح ہے کہ کل عزتیں اللہ کی ہیں اور رسول اور مؤمنین کی عزتیں وشوکتیں دراصل اللہ ہی کی عزتیں وشوکتیں ہیں، ان کی عزتیں اس کی عطاء ہیں، وہ اصل اور یہ اس کے ظل ہیں، محبوبان خدا کی ہستیاں خدا کے مقابلے کوئی مستقل ہستیاں نہیں بلکہ اپنے کمالات میں مظہر خدا ہیں۔

خدا کے مقابلے کسی مخلوق کو ایک مستقل ہستی ماننا ہی کفر کی پہلی سرنگ ہے جو بالآخر شرکستان کی ہولناک وادی میں جا کر کھلتی ہے۔

تاریخ کا یہ گوشہ حیران کن ہے کہ محبوبان خدا کی عظمتوں سے کھیلنے کا جب بھی کسی کا مزاج بنا ہے تو اس نے پہلے ان کی عظمت پر حملہ نہیں کیا بلکہ

''پہلے یہ لوگ خدا کے ساتھ انبیاء کے تقابل کا ایک فرضی ماحول بناتے ہیں اور اس کے بعد انبیاء کو خدا کے مقابلے پر رکھ کر جو چاہتے ہیں بے خطر کہہ جاتے ہیں''

(تبلیغی جماعت،ص ۵۰/از: علامہ ارشد القادری)

تقویۃ الایمان کی دونوں عبارتوں پر غور کیجئے جن میں یہ تقابل موجود ہے۔

(۱) یہ یقین سے جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔ (ص،۴۱/مکتبہ ندویہ)

(۲) سب انبیاء اور اولیاء اس کے روبرو ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔ (صفحہ، ۱۱۹/مکتبۂ ندویہ)

ان دو عبارتوں کی صفائی میں مولوی رشید احمد گنگوہی نے جو کچھ کہا ہے اس میں بھی یہ تقابل موجود ہے۔

''مگر حق تعالیٰ کی ذات کے مقابلے میں وہ (رسول خدا) بھی بندۂ مخلوق ہے'' ''لہٰذا تقویۃ الایمان کی عبارتوں سے مراد حق تعالیٰ کی بے نہایت بڑائی ظاہر کرنا ہے'' (فتاویٰ رشیدیہ،ص ۸۴)

حضور مفتی اعظم ہند کا اس پر علمی تبصرہ قابل مطالعہ ہے، تسہیل کے بعد حاضر ہے۔

''صفحہ ۱۴۱ر پر چمار سے بھی ذلیل کہا، صفحہ ۱۱۹ر پر ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر''

چمار سے ذرۂ ناچیز کی طرف تنزل کیوں؟

اس لئے کہ چمار جیسا بھی ہے مگر ہے انسان.........اور اللہ تعالیٰ نے انسان کو غیر انسان پر کچھ نہ کچھ عزت ضرور دی ہے۔ ''ولقد کرمنابنی آدم'' کا فرمان شاہد ہے۔

اس لئے وہابی ذہنیت اول سے دوم کی طرف عدول پر مجبور ہوئی تا کہ محبوبان خدا کو ایک عام انسان کی عزت بھی نہ مل سکے''

پھر فرماتے ہیں

''وہابیوں نے دو مستقل عزتیں رکھیں۔

(۱) ایک اللہ کی۔

(۲) دوسری انبیاء واولیاء کی۔

اور پھر موازنہ کے لئے.........آگے........روبرو............مقابلہ.........جیسے الفاظ سے اسی تقابل کی تعبیر کی۔

اس لئے انہوں نے انبیاء واولیا سے مدد مانگنے کو شرک ٹھہرایا ہے کیونکہ ان کے نزدیک انبیاء واولیاء طاقت وقوت میں جدا ہستیاں ہیں جیسے مشرکوں نے بتوں کے متعلق یہی عقیدہ بنا رکھا ہے۔

حالانکہ انبیاء واولیاء طاقت وقوت میں مستقل ہستیاں نہیں ہیں جو کچھ کمالات ان کے پاس ہیں اللہ کی عطاء سے ہیں، ان سے مانگنا بعینہ خدا ہی سے مانگنا ہے، اللہ ہی کی عزتیں اور قدرتیں ان میں تجلی فرما ہیں، پھر ناپ تول کیسا، بلاتشبیہ آئینے میں بادشاہ کے عکس کی اسی کے سامنے تذلیل کیجئے کہ یہ عکس تو بادشاہ کے مقابلے میں نہایت ذلیل اور ناپاک سور سے بھی بدتر ہے تو یہ بادشاہ ہی کی توہین ہوگی۔ (تکمیلات ضمیمہ الاستمداد تکملہ نمبر ۳ر)

محبوبان خدا کی عظمتوں کے ذکر سے گھبرا کر بعض لوگوں کا کفر وشرک کے توہمات میں الجھ جانا محبوبان خدا کی قرار واقعی عظمتوں کی عظیم الشان بلندی کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ اس ناقص تصور کی وجہ سے ہوتا ہے جو خدا کی لامحدود عظمتوں کو محدود دائرے میں سمجھنے کا عادی ہو چکا ہے، اس قسم کے محدود اور کمزور پیمانے سے خدا کا تصور کرنے والا ہمیشہ اس خوف کے سائے میں زندگی گزارتا ہے کہ کسی محبوب خدا کی میں نے بڑے بھائی سے زیادہ عزت اور تعظیم کر لی تو کہیں کافر اور مشرک نہ ہو جاؤں۔

محبوبان خدا کی عظمتوں کے سامنے سر عقیدت خم کر دینے سے کفر وشرک میں مبتلا ہو جانے کا خوف بعض لوگوں کیوں ستانے لگتا ہے؟

اس خوف کے محرکات اور بنیادوں کا پتا لگانے کی بعض محققین نے کامیاب کوشش کی ہے، جن میں قابل ذکر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی فیصل آباد پاکستان کا معتمد و مستند نام بھی شامل ہے، ڈاکٹر قریشی کا انتہائی معنی خیز تبصرہ توجہ کے ساتھ پڑھنے کی چیز ہے، فرماتے ہیں

> ''برصغیر کے سیاسی ومجلسی پس منظر کا جائزہ لیا جائے اور ہندو اکثریت کے قرب کو ذہن میں رکھا جائے اور ہندومت کے تصور الہ کا مطالعہ کیا جائے تو واضح طور پر نظر آتا ہے کہ ہندو مذہب میں ''خدا'' کا تصور مادی آلائشوں میں اسیر ہو گیا تھا، دیوتا شادی کرتے تھے، اولاد بھی تھی، جنسی بے راہ روی بھی ان کا استحقاق تھا، یوں محسوس ہوتا ہے اوتار اور دیوتا کا فرق کم سے کم تر ہو گیا تھا حتی کہ بعض معاملات میں ایک سے رویے اپنائے گئے تھے، خالق جو برتر اور لافانی وجود تھا بعض خوارق کے باوجود انسان کے قریب آ گیا تھا، مجلسی قرب نے غیر شعوری طور پر بعض اذہان میں تصور الہ کو بھی اس کوتاہ خیالی کا اسیر بنا دیا تھا، اس لئے جب بھی ذات رسالت ﷺ کی عظمت، برتر حیثیت اور بے مثال رفعت کا ذکر ہوتا خدا بنا دینے کا واہمہ پیدا ہوتا، یہ درحقیقت ذات رسول اکرم ﷺ کے حوالے سے مبالغہ آمیزی کا اثر نہ تھا بلکہ ذات الہٰ کے بارے میں انسانی حوالوں سے کم تر سوچ کا سبب تھا، وہ ذات پاک اپنی منزہ حیثیت کی حامل رہی تو کسی بے جا قرب کا وسوسہ

پیدانہیں ہوتا'' (نعت رنگ کا اعلیٰ حضرت نمبر:۴۶ ۶/شمارہ ۱۸/دسمبر ۲۰۰۵ء)

اپنے سراغ اور کھوج میں کامیابی کے بعد ڈاکٹر قریشی نے اعلیٰ حضرت کے تصور الہٰ اور اس کی پاکیزگی کی تعریف کی کہ اعلیٰ حضرت کا تصور الہٰ اس طرح کی آمیزش سے پاک تھا۔

''فاضل بریلوی ذات رسالت پناہ ﷺ کی بے پناہ عظمتوں کے قائل تھے، ہر حسن جو متصور ہے اس ذات میں دیکھتے تھے، مگر ان کے ذہن میں یہ خیال کبھی نہ آیا کہ ''ذات الہٰ'' میں شرکت کا باعث ہوگا، اس لئے کہ وہ خالق اور مخلوق کے فرق کو پوری شعوری قوت سے تسلیم کرتے تھے اور التباس ذات کے کسی واہمہ کے شکار نہ تھے''

(نعت رنگ کا اعلیٰ حضرت نمبر ۴۶)

الحمدللہ ہم جیسے اعلیٰ حضرت کے لاکھوں کڑوڑوں غلام بھی اس قسم کے کسی خوف میں زندگی نہیں گزارتے، خدا کے فضل سے اہلسنّت کا بچہ بچہ خالق اور مخلوق، عبد ومعبود کے فرق کو سمجھتا ہے اور فرق مراتب کے لحاظ میں ہم سب غلاموں کو شرح صدر حاصل ہے۔

حرمین شریفین کے ۳۴/جلیل القدر علمائے کرام اور برصغیر کے ۲۶۸/عظیم القدر پیشوائے اسلام نے بالاتفاق مذکورہ کتابوں کے مصنفین مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی قاسم، مولوی خلیل احمد، مولوی اشرف علی اور مرزا غلام احمد قادیانی پر حکم کفر لگایا۔

چاہئے تو یہ تھا کہ علمائے اہلسنّت کی تنبیہ کے بعد فریق مخالف اپنے مفروضہ عقائد کو قرآن، حدیث اور اقوال سلف کے میزان حق پر پیش کرتے اور اپنے عقائد باطلہ کا قبلہ درست کرتے، اور امت کو کربناک آزمائش سے بچا لیتے، مگر ایسا نہ ہوا، ان کی طرف سے جو افسوس ناک رویہ سامنے آیا اس سے ان کے شعور وآگہی پر سوالیہ نشان لگ گیا ہے۔

امت کے درد وکرب کو محسوس کر کے اپنی کتابوں کی اشاعت بند کیا کرتے، متنازعہ عبارات کتابوں سے کیا حذف کرتے، الٹا انہوں نے جہاں بھی اپنے مفروضہ عقائد کے خلاف قرآن کے معانی محسوس کئے معانی بدل ڈالے، تفسیری جملے، الفاظ حدیث اور اقوال سلف پایا تحریف وتبدیل کر کے

مجرمانہ سوچ کا ثبوت دیا، ان کی طرف سے کی گئی اس قسم کی بعض تحریفات کو علامہ فضل اللہ چشتی صابری نے اپنی کتاب ''تحریفات'' میں جمع کر دیا ہے، توفیق توبہ نہ ملنے پر انسانی جرأت و بے باکی اور انجام بد سے لاپرواہی کی عبرتناک داستان کسی کو پڑھنے کا شوق ہو تو وہ ''تحریفات'' نامی کتاب کا ضرور مطالعہ کرے۔

امام احمد رضا ایک بادہ خوار عاشق، مگر حکیم فرزانہ تھے

علم و تحقیق کی راہ پر انسانی معلومات میں جوں جوں وسعت آتی ہے، فکر میں اعتدال، سوچ میں وسعت، ظرف میں گنجائش، طبیعت میں نرمی، مزاج میں سادگی اور کردار و گفتار میں میانہ روی آجاتی ہے، اعلیٰ حضرت علم و تحقیق کی جس بلندی پر فائز تھے وہ مرتبہ آپ کے معاصرین میں کسی کو حاصل نہ تھا، وقت کے بڑے بڑوں نے آپ کی علمی برتری کو تسلیم کیا تھا، اس بیکراں علمی وسعت کا واضح اثر اور نتیجہ یہ ہونا چاہئے تھا کہ آپ کے مزاج میں نرمی ہوتی اور مخالفین کی تردید میں مصلحت کوشی اور سہل پسندی سے کام لیتے، مگر اس کے برخلاف اعلیٰ حضرت نے بڑی شدت کے ساتھ ان کا تعاقب فرمایا اور ان کے خلاف اس وقت تک لکھتے رہے جب تک ان کے فتنوں کی ہلاکت خیزیوں کو خود ان کی چوکھٹوں پر شکست نہ دے دی۔

عاشقی اور شدت ایک طبیعت میں جمع نہیں ہوسکتی، اس کو تو خیال یار سے فرصت ہی نہیں ملتی، اعلیٰ حضرت تو سر حلقۂ عاشقاں تھے، بزم کیف و مستی کے لئے شمع محفل تھے، آپ تو صدائے یوم الست کے مست تھے، فراق یار میں آپ کا دل کبابِ آہو بنا ہوا تھا۔

جلی جلی بو سے اس کی پیدا ہے سوزش عشق چشم والا
کباب آہو میں بھی نہ پایا مزہ جو دل کے کباب میں ہے

(رضا بریلوی)

آپ نے عشق کی نزاکتوں کا لحاظ اس وقت بھی بھی رکھا جب خیال یار میں ڈوب کر قرآن کا ترجمہ کررہے تھے، مزاج عشق کی ناز برداری اس وقت بھی کرتے رہے جب آپ کا رواں دواں قلم شریعت کی پاسبانی کے لئے ایک ہزار سے زائد کتابیں امت کے حوالے کررہا تھا۔

عشق، عاشق کے جوڑ جوڑ کو توڑ کر رکھ دیتا ہے، عاشق کسی سے نہیں الجھتا، وہ تو نڈھال جان اور ٹوٹا دل ہوتا ہے، عاشق کے نزدیک ہر اختلاف کا حل عشق ہے، عاشق بہرصورت عشق ہی کو نقطہ اتحاد سمجھتا ہے۔

یوں تو سب انہیں کا ہے، پر دل کی اگر پوچھو
یہ ٹوٹا ہوا دل ہی خاص ان کی کمائی ہے
طیبہ نہ سہی افضل، مکہ ہی بڑا زاہد
ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

امام احمد رضا

آپ کا بچپنا عشق.........آپ کی جوانی عشق............آپ کی زندگی کا لمحہ لمحہ عشق
آپ کی ہر سانس سوزش عشق سے گرم
آپ کا ہر لفظ ساز دل کا ترجمان
آپ کی ہر ادا میں سوز دروں کی جھلک
آپ کا مقصد حیات..........عشق
آغوش لحد کا سامان..........عشق
ہنگامہ محشر ہو تو سامان راحت، عشق
قیامت کا سماں ہو تو اطمینان، عشق
آپ کا مرض................عشق

دواء..........................عشق

شفاء..........................عشق

آپ کا زخم عشق...........مرہم عشق

عشق ہی آپ کا وجود........فنا عشق

رضاؔ بریلوی کا دعویٰ.....عشق، دلیل.....عشق، دلیل کا صغریٰ کبریٰ، حدا وسط عشق۔

آپ کا باطن...........عشق

دل میں روشن ہے شمع عشق حضور

کاش جوش ہوس ہوا نہ کرے

آپ کی روح.........عشق

الروح فداک فزدحرقا یک شعلہ دیگربرزن عِشقا

موراتن، من، دھن سب پھونک دیا، یہ جان بھی پیارے جلا جانا

آپ کی جان.......عشق، آپ کا مرض.......عشق.......شفاء عشق

جان ہے عشق مصطفٰے روز فزوں کرے خدا

جس کو ہو درد کا مزا ناز دوا اُٹھائے کیوں

آپ کا درد و غم.........عشق

ہمارے درد جگر کی کوئی دوا نہ کرے

کمی ہو عشق نبی میں کبھی خدا نہ کرے

آپ کا سوز وگداز.....عشق، نالہ وشیون......عشق

برق عشق شہ والا یہ گری وہ تڑپی

شور سینوں میں ہے بڑپا یہ گری وہ تڑپی

آپ کی پرنم آنکھیں اور تر دامنی.........عشق

عشق مولیٰ میں ہو خوں بار کنار دامن
یا خدا جلد کہیں آئے بہار دامن

آپ کے نزدیک آب حیات ہے.........عشق

خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا
جان کی اکسیر ہے الفت رسول اللہ کی

قبر کی اداس تنہائیوں کا ندیم..........عشق

لحد میں عشق رخ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے

قبر وحشر ونشر میں رضا کی بعثت.....عشق، سوالوں کا جواب.....عشق

جب رضا خواب گراں سے سر اُٹھائے
دولت بیدار عشق مصطفٰے کا ساتھ ہو

حساب وکتاب اور رضا کی نجات بھی..........عشق

اے عشق تیرے صدقے، جلنے سے چھُٹے سستے
جو آگ بجھا دے گی وہ آگ لگائی ہے

جس عاشق کا تن من دھن، سوز دروں سے یوں پھونک چکا ہو، دل میں عشق کا ایسا طوفان لئے کوئی عاشق کسی سے کیسے الجھ سکتا ہے، امام احمد رضا میخانہ عشق کے عظیم بادہ خوار ہو کر نہ صرف الجھے بلکہ اپنے محبوب کے وقار کے لئے لڑ پڑے، کیوں؟ کیونکہ امام احمد رضا عشق کے بادہ خوار بھی تھے، حکیم فرزانہ بھی تھے، آپ عین حالت سکر میں بھی مقام صحو پر فائز تھے، آپ کے زمانے میں جادۂ حق سے بے راہ روی، اسلاف بیزاری، انبیاء اور صالحین کی بارگاہوں میں بے ادبی کا فتنہ، صرف فتنہ نہیں رہ گیا تھا

بلکہ کثرت کے ساتھ لوگ اس میں مبتلا ہورہے تھے، ایسے فتنوں کی سرپرستی کے لئے علمائے ہند کا ایک بڑا طبقہ میدان عمل میں اتر چکا تھا، ان فتنوں کی نشرو اشاعت کے لئے مدارس، مکاتب، دارالعلوم اور بڑے بڑے جامعات کھول کر ہزاروں کی تعداد میں پرچارک پیدا کئے جارہے تھے، ان علماء میں کچھ پر مشیخیت کا لیبل لگا تھا، کچھ سیاسی قائدین تھے، سیکڑوں کی تعداد میں ایسے لوگ بھی شامل تھے جو خود کو دانشور کہلاتے تھے، بڑی تعداد میں قرطاس وقلم کے ماہرین ان فتنوں کے اندر معقولیت کا رنگ بھر رہے تھے، رسائل وجرائد، کتب، مطابع، پریس، اخبارات تمام عصری وسائل کو انہوں نے اس کام پر لگادیا تھا۔

فتنوں کے اس ہوشربا ماحول میں اگر کچھ بھی نرمی برتی جاتی تو فتنوں کا سیلاب سب کچھ بہالے جاتا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی نے ایک حکیم فرزانہ کی طرح مرض کا علاج فرمایا اور اپنی بے پناہ علمی وفکری اور تجدیدی صلاحیتوں کو کام میں لاکر بڑی شدت سے فتنوں کا محاسبہ فرمایا، آپ کا طرز عمل شدت نہیں فرض منصبی تھا۔

امام احمد رضا کی سیاسی دقت نظری

امام احمد رضا نے داخلی فتنوں کی سرکوبی کے بعد خارجی وسیاسی فتنوں کی طرف توجہ مبذول فرمائی۔

آپ نے محسوس کیا کہ اقتدار مسلمانوں کے ہاتھوں سے جاچکا ہے، مسلم لیڈروں کی عاقبت نااندیشی سے موقع پرستوں نے کاروان اسلام کو طرح طرح کے سبز باغ دکھا کر لوٹنے کی کوشش کی ہے، ہمسایہ قوم کے شاطر دماغوں نے چند مولویوں کو اقتدار کا لالچ دیکر آلہ کار بنالیا ہے اوران کے ذریعے عام مسلمانوں کی جانوں کو برطانوی بندوقوں کے سامنے قربان کردینے کا سوداطے پاچکا ہے، مسلمانوں کی جائز قیادت بکھری ہوئی ہے، تحریک خلافت، تحریک ترک موالات، تحریک ہجرت، تحریک

شدھی اورتحریک ترک گاؤکشی کی فسوں کاری کرکے ہمسایہ قوم نے مسلمانوں کو بالکل تباہی کے دہانے پرلاکرکھڑا کردیا ہے۔

۱۹۱۴ء میں جب پہلی عالمی جنگ کا بگل بجا، عالم اسلام کا محبوب ترین ملک ترکی بھی جنگ میں شامل ہوگیا، یا خفیہ ماحول سازی کرکے اسے جنگ میں زبردستی گھسیٹا گیا، فلسطین، بیت المقدس، شعائر اسلام کی حفاظت اورحرمین شریفین کی خدمت ومیزبانی میں ترکوں نے صدیوں سے اپنی جان کی بازی لگارکھی تھی، اس کی وجہ سے دنیا بھر کے مسلمانوں کوترکی سے جذباتی لگاؤ ہوگیا تھا، بلکہ پوراعالم اسلام ترک قوم کواپنا محافظ اور مذہبی پیشوا سمجھتا تھا، ہندوستانی مسلمان توان پر جان چھڑکتے تھے، ترکوں کی یہ عظیم الشان قیادت یورپ اوردوسری عیسائی ویہودی قوموں کوایک آنکھ نہیں بھارہی تھی، اسی وجہ سے تین براعظموں پرپھیلی ہوئی ترکی کی وسیع سلطنت پران کی نظر برسوں سے تھی، ان کوایک ایسے موقعہ کی تلاش تھی جس میں ترکی سلطنت کی مرکزیت کونقصان پہنچا سکے اورآسانی سے اس کے ٹکرے کرکے بندربانٹ کاان کوموقع مل جائے اوریہ موقع ان منفی قوتوں کوپہلی عالمی جنگ کی صورت میں مل گیا۔

(۱) بیت المقدس پرقبضہ۔

(۲) فلسطین میں یہودیوں کوآباد کرنا۔

(۳) حجاز، مصر، ایران، عراق اوردوسری ترکی ریاستوں میں بغاوت کی آگ بھڑکانا۔

(۴) ترکی کی وحدت پارہ پارہ کرنا۔

(۵) مسلم ریاستوں میں آثارقدیمہ کی تلاش کے نام سے کھدائی اورپھرپس پردہ معدنی ذخائر تیل، گیس اورسونے چاندی کے کانوں کی تلاش اورقبضہ۔

(۶) جدید صنعتی انقلاب کے نتیجے میں ضرورت سے زیادہ مصنوعات کی پیداوار، ان کی کھپت کے لئے عالمی مارکیٹوں تک رسائی۔

(۷) حدودسلطنت میں اضافہ کے لئے نوآبادیات کی تلاش۔

یہ سب پہلی جنگ عظیم کے اسباب بھی تھے اور مقاصد بھی۔

ترکوں نے میدان جنگ میں ایسی جانبازی دکھائی کہ آلات جنگ کی کثرت اور لاجواب فوجی قوت کے باوجود برطانیہ اور اتحادیوں کی فوج ہر جگہ پسپا ہوکر شکست کھا گئی، خصوصا بیت المقدس اور فلسطین کے محاذ میں ترکوں نے ایسے حوصلے دکھائے جوان کی ہی طرح قوم دکھاسکتی ہے، جب فلسطین اور بیت المقدس پر فتح کا خواب پورا ہوتا نظر نہ آیا تو برطانیہ نے ہندوستان کو بھی جنگ میں جھونک دیا، مسٹر پٹیل، تلک، گاندھی جی اور دوسرے غیر مسلم لیڈروں کی ترغیب دلانے پر تقریبا دس لاکھ ہندوستانی......فوج میں بھرتی ہوئے جن میں اکثر مسلمان تھے اور چند ہزار ہندو تھے، جنگ کے دوران ہندو فوجیوں کو جو ذمہ داریاں دی گئیں وہ پچھلی صفوں کی غیر اہم ذمہ داریاں تھیں، جس کی وجہ سے ان کو کوئی زیادہ نقصان نہیں پہنچا تھا، برطانیہ نے ہندوستانی فوجیوں کی مدد سے فلسطین اور بیت المقدس پر قبضہ کرلیا، پھر اس کے بعد ہندوستانی فوج نے ترکوں کو کئی محاذوں پر شکست سے دوچار کیا، جس کی وجہ سے حجاز، مصر، عراق اور بلاد یورپ ترکوں کے ہاتھ سے نکل گئے، اور ترکوں کی کمر ٹوٹ گئی۔

برطانیہ کی فوج میں مسلمانوں کی بھرتی اور ترکوں کے خلاف جنگ پھر ترکوں کی تباہی پر ایک دو آنسوں ابوالکلام آزاد نے بھی بہایا ہے، حالانکہ یہ کانگریسیوں کے بڑے قریبی دوست اور ہم خیال بھی تھے۔

> ''نہایت ہی افسوس اور روسیاہی کے ساتھ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں کا یہ مذہبی فیصلہ صحیح تھا نہ وعدوں اور اعلان پر اعتماد، انہوں نے اپنی تیرہ سو سالہ تاریخ حیات میں شاید ہی کوئی ایسی قومی و مذہبی غلطی کی ہوگی جیسی اس موقع پر کی''

(مسئلہ خلافت اور جزیرۃ العرب، ص۲۸۹)

ایک جگہ پھر لکھتے ہیں۔

> ''بدبخت مسلمانوں نے برطانیہ کے وعدوں پر بھروسہ کیا اور جنگ کے نتائج سے مطمئن ہوگئے، ان کا روپیہ ان کی جانیں، ان کے ملک کی تمام قوتیں بے دریغ (ترکوں کے خلاف)

خرچ کی گئیں، دنیا کی آخری اسلامی حکومت وخلافت کو مٹانے میں ان کی ہر چیز نے پورا پورا کام کیا، یہاں تک کہ برٹش گورمنٹ اپنی تاریخ حیات کے سب سے بڑے مہلک وقت سے بچ گئی اور وہ فتح مندی مکمل ہوگئی جس کا پہلا نتیجہ اسلامی خلافت کی بربادی وتباہی ہے"(مسئلہ خلافت،ص۲۹۱)

جنگ میں فوج کی بھرتی کے دوران برطانیہ نے وعدہ کیا تھا کہ

(۱) حجاز مقدس

(۲) بیت المقدس

(۳) مقامات مقدسہ

(۴) ترکی کے علاقوں

(۵) اور ترکی کی مرکزی قوت

سے چھیڑ خوانی نہیں کی جائے گی، فتح کے بعد برطانیہ نے سارے وعدے بھلا دیئے اور ترکی کے حصے بخرے کر کے ذلت آمیز شرائط پر مبنی صلح نامے پر دستخط کے لئے ترکی کو مجبور ہونا پڑا، سیاسی قائدین کی کوتاہ نظری اور نتائج سے بے خبری کی وجہ سے ترکوں کو جو نا قابل تلافی نقصان پہنچا تھا اس سے اسلام کا چاند یورپ میں گہنا گیا۔

یہ حالات دیکھ کر ہندوستانی مسلمان تڑپ کر رہ گئے، ہندو لیڈروں کے اشارے پر مسلم لیڈر میدان میں کود پڑے۔

جو کبھی مسٹر محمد علی جوہر، مسٹر شوکت علی، مسٹر عبدالماجد دریا آبادی، مسٹر ابوالکلام آزاد ہوا کرتے تھے، اب وہ سب اچانک مولانا بن چکے تھے، تحریک خلافت کی بنیاد ڈالی گئی اور ہر اسٹیج پر جذباتی تقریریں کر کے انہوں نے مسلمانوں کے دلوں میں انگریزوں کے خلاف آگ لگا دی۔

پردے میں بیٹھے کسی شطرنج باز کے اشارے پر مسلم قائدین ایک غلطی کر کے مسلمانوں کے

ہاتھوں ترکوں کا قتل عام کرا چکے تھے اور اب دوسری غلطی کی طرف قدم بڑھا رہے تھے، وہ عظیم سلطنت جو برباد ہو چکی تھی اس کی مدد، نصرت وحمایت کے نام پر تحفظ خلافت کا نعرہ لگا لگا کر چندے کی اپیلیں ہونے لگی، اشتہار دیئے گئے، جگہ جگہ جلسے جلوس نکال کر پورے ماحول کو گرما دیا گیا، اس کا اثر یہ ہوا کہ خوب چندے ہوئے، کڑوڑوں روپے وصول ہوئے، عورتوں نے زیورات تک اتارا تار کر چندے کی چادروں میں ڈال دیں۔

موقع پرستوں کو اسی کا انتظار تھا، انگریزوں کو بھگا کر رام راج لانے کے لئے انگریزوں سے لڑنے کی ضرورت تھی اور لڑنے کے لئے جان اور مال دونوں چاہئے تھا تحریک خلافت نے جو ماحول سازی کی تھی اس میں موقع پرستوں کو دونوں چیزیں ایک ساتھ مل گئیں، وہ غیر مسلم لیڈران جو چند مہینے پہلے لاکھوں مسلمانوں کو ترکوں کے خلاف لڑنے، ترکوں کو برباد کرنے میدان جنگ میں بھیجا تھا آج وہی لوگ تحفظ خلافت کے نام پر تحریک خلافت میں بھی شامل ہو گئے، خلافت جو خالص مسلمانوں کا مذہبی مسئلہ تھا انہوں نے اپنا مسئلہ بنالیا، ہر اسٹیج پر چاہے کوئی مسلم لیڈر موجود ہو یا نہ ہو مگر تلک، پٹیل اور گاندھی جی ضرور نظر آ جاتے، یہ عجب معمہ تھا۔ نہ سمجھنے کا نہ سمجھانے کا۔

ترکوں کے نام پر چندہ.....رقم کیا ہوئی؟

خلافت کمیٹی کے ایک ممبر عدیل عباسی کے بقول انگریزوں کے خلاف ماحول بنانے کے لئے مسلم، غیر مسلم لیڈروں نے گاندھی جی کی سرپرستی میں ملک گیر دورے کئے، وہ بھی خلافت کے فنڈ سے، پورے ملک میں جلوس نکالے گئے، جلسے کئے گئے، خلافت ہی کے فنڈ سے، بیرون ممالک میں لیڈروں کا ایک سے زائد بار دورہ.........خلافت ہی کے فنڈ سے انجام پایا، ممبئی میں خلافت ہاؤس کی عالیشان عمارت اس فنڈ سے تعمیر ہوئی۔

خلافت کے ایک اہم رکن سیٹھ جان محمد چھوٹانی نے خلافت فنڈ سے ۱۶/لاکھ روپے لے کر اپنے کاروبار میں لگا دیا، کانگریس کو ملک گیر تحریک بنانے کے لئے خطیر رقم کی ضرورت تھی، اس کے لئے

چالیس لاکھ روپئے خلافت کمیٹی نے دیئے، پھر بعد میں گاندھی جی نے ایک کڑوڑ روپئے کی مانگ کی تو وہ بھی خلافت کمیٹی سے دیئے گئے۔

جب ترکان احرار کے ہاتھوں ترکی میں شخصی حکومت کی جگہ جمہوری نظام حکومت نافذ کیا گیا ہندوستان میں تحریک خلافت بے اثر ہوگئی اور فنڈ میں پندرہ لاکھ پونڈ کی خطیر رقم جمع تھی وہ بھی کانگریس کو دیدی گئی۔

بعض دانشوروں کے مطابق

''ہندوستان کے غریب مسلمانوں نے اپنے ترک بھائیوں کی امداد کے لئے جو کڑوڑوں روپئے کا چندہ خلافت کمیٹی کو دیا تھا اس کا دسواں حصہ بھی ترکوں تک نہیں پہنچا تھا''

ایک مرتبہ کسی نے مولانا محمد علی جوہر صاحب سے چندے کا حساب مانگ لیا، جوہر صاحب بھڑک گئے، کہنے لگے تم کون ہوتے ہو حساب لینے والے، میں صرف اللہ کو حساب دونگا۔

جمیعت العلماء ممبئی کے صدر مولانا احمد مختار صاحب کے بقول: اس قومی روپیہ سے جو ترکوں کے درناک حالات بیان کر کے اصول کیا گیا تھا اب تک دو لاکھ تقویۃ الایمان چھاپ کر وہابیوں نے مفت تقسیم کیا ہے۔

چندے کے متعلق مذکورہ معلومات کے لئے مندرجہ ذیل ماخذوں کی طرف رجوع کریں۔

☆ تحریک خلافت، ص۳۳ — از: عدیل عباسی

☆ معاصر اسلامی تحریکات، ص۲۱۰ — از: ڈاکٹر شجاع الدین فاروقی

☆ اتہامات عبدالرزاق، ص۱۰۴ — ڈاکٹر نوشاد عالم چشتی

☆ پاکستان بنانے والے علماء و مشائخ — صفحہ۱۶۱ / محمد جلال الدین قادری

☆ فتاویٰ رضویہ — ج۶ / ص۴۸۵ (رضا اکیڈمی)

تحریک ترک مولات......کا پس منظر

خلافت کے نام پر نہ صرف چندے کی رقم میں بڑے پیمانے پر دھاندلی ہورہی تھی بلکہ غیر مسلم لیڈروں کے اشارے پر مسلم لیڈر مسلمانوں کو ایسے احمقانہ اقدامات کے لئے بھی اکسار ہے تھے جس سے مسلمانوں کا دین تو دین..........دنیا بھی برباد ہورہی تھی۔

گاندھی جی نے مسلمانوں کو مشورہ دیا تھا کہ

(۱) تمام کالج اور اسکول بند کردو۔

(۲) سارے طلبہ اسکولوں اور تعلیم گاہوں سے باہر آجائیں۔

(۳) سرکاری نوکری اور عہدوں سے استعفیٰ دے دیں۔

(۴) پولس اور فوج کی نوکریاں چھوڑ دیں۔

(۵) اپنے تمام خطابات اور ایوارڈ حکومت کو واپس کردیں۔

تحریک ہجرت اور اس کا پس منظر

گاندھی جی ہی کے دماغ سے مسلم لیڈر سوچنے سمجھنے کے عادی ہو چکے تھے، جس طرح انگریزوں سے مالی مدد لینا وہ حرام سمجھ رہے تھے اپنی عقلوں کا استعمال بھی انہوں نے حرام سمجھ لیا تھا، گاندھی جی کا اشارہ پاتے ہی ابوالکلام آزاد نے ہندوستان کو دارالحرب ٹھہرا کر مسلمانوں کو یہاں سے ہجرت کرنے کا حکم صادر کردیا۔

(اتہامات، عبدالرازق ملیح آبادی، ص ۱۵۲)

ہزاروں ہزار لوگ اپنے گھربار، مال مویشی یونہی چھوڑ کر یا اونے پونے داموں بیچ کر افغانستان اور ایران کی طرف نکل پڑے، جب کہیں پناہ نہیں ملی لٹ لٹا کر واپس ہوئے، آدھے سے زیادہ مرد، عورت اور بچے راستے ہی میں ہلاک ہوگئے، بچے کھچے لوگ جب اپنا وطن پہنچے تو دیکھا ان کا سب کچھ لٹ چکا ہے، کچھ پر انگریزوں کا، کچھ پر ہندو بنیوں کا قبضہ ہو گیا تھا۔

اعلیٰ حضرت کی نگاہ ....حالات کے بہاؤ پر جمی ہوئی تھی، تحریک خلافت، تحریک ترک مولات اور تحریک ہجرت کے مہلک نتائج اپنی مؤمنانہ فراست سے بھانپ چکے تھے۔

ارکان خلافت اور ارباب سیاست جس طرح کام کر رہے تھے ان کے طریقے سے بھی آپ مطمئن نہیں تھے، اہلسنّت کا اجماعی موقف تھا کہ خلیفۃ المسلمین کا قریشی ہونا شرط ہے، ترک قوم نے صدیوں سے بلاد اسلامیہ، مقامات مقدسہ کی حفاظت وصیانت کی تھی، بیت المقدس اور حجاز شریف کی میزبانی حرمین شریفین کی خدمت نے ترک قوم کو پوری دنیا کا ہیرو بنادیا تھا، اس کے باوجود ترکی سلطنت کو شرعی خلافت کا نام دینا اہلسنّت کے اجماعی موقف سے ہٹ کر تھا، کیونکہ عثمانی ترک قریشی نہیں تھے، ترک سلطان کو اگر خلیفۃ المسلمین کا خطاب نہ بھی دیا جاتا تو کوئی حرج نہیں تھا کیونکہ خادم الحرمین شریفین کا خطاب تو ان کے لئے آسمان سے اترا تھا، وہ دلکشی میں لفظ ''خلیفۃ المسلمین'' سے کم نہیں تھا، تحریک خلافت کے ارکان نے جس مجبوری کی وجہ سے اہلسنّت کے اجماعی موقف کو چھوڑا تھا، اعلیٰ حضرت اس کا پس منظر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

> ''اہل عقل ودین اوّل تو غوغائے بے ثمر کو خود ہی عبث جان کر صرف توجہ الی اللہ پر قانع رہیں گے اور اگر شاید شرکت چاہیں تو انہیں مذہب اہلسنّت ہر شی سے زیادہ عزیز ہے، مذہب ہی ان کے نزدیک چیز ہے، لہٰذا ایسے لفظ کی چلاہٹ ڈالو جو خلاف مذہب اہلسنّت ہو کہ وہ شریک ہوتے ہوں تو نہ ہوں اور کہنے کو موقع مل جائے کہ دیکھئے انہیں مسلمانوں سے ہمدردی نہیں، یہ تو معاذ اللہ نصاریٰ سے ملے ہوئے ہیں تاکہ عوام ان سے بھڑکیں اور دیوبندیت ووہابیت کے پنجے جمیں'' (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۱ رص ۴۸۵، بریلی)

ترکوں کی امداد کے نام پر جو کڑوڑوں کا چندہ ہوا تھا اور اس صیغے میں جو بدعنوانیاں لیڈروں نے کی تھیں وہ آپ دیکھ چکے ہیں، اعلیٰ حضرت نے تاڑ لیا تھا کہ چندے کی رقم امانت دار

ہاتھوں میں نہیں ہے، بلکہ اس چندے سے کانگریسیوں کا ہاتھ مضبوط کیا جارہا ہے، اعلیٰ حضرت نے اپنی بے اطمینانی وبے چینی کا اظہار یوں فرمایا۔

''ترکوں کی مالی امداد ایک چیز ہے، مگر ذرائع وصول مہیّا ہونا اور وصول پر وثوق کے ساتھ اطمینان ملنا بہت ضروری ہے، نہ ایسا کہ لاکھوں کے چندے ہوئے اور باوصف کثرت تقاضا اب تک حساب بھی نہیں دیتے''

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۶ / ص ۹۸، رضا اکیڈمی ممبئی)

۱۹۲۰ء میں جب پورن سوراج کا اعلان ہوا تو گاندھی جی سے پوچھا گیا کہ اس کا کیا مطلب ہے؟ جواب دیا آزادی کے بعد ہندوستان میں ''رام راج''۔

(آزادی کی جنگ، ص ۳۷ / از عبدالوحید خان)

مسٹر لوکمانیہ تلک اور دوسرے ہندو لیڈروں نے یہ منصوبہ بنایا تھا کہ خلافت کے نام سے جو مسلمانوں کے جذبات انگریزوں کے خلاف بھڑکے ہیں، انہیں جذبات کو استعمال کرکے ہندوستان انگریزوں سے آزاد کرالیا جائے، تحریک خلافت کی جگہ کانگریس کو مضبوط کیا جائے۔

(تحریک خلافت۔ ص ۱۶۱/۱۸۱)

یہ درپردہ چل رہا تھا، مگر اعلیٰ حضرت کی مؤمنانہ فراست سے چھپی نہیں تھی، ان کے منصوبوں اور خلافت فنڈ کے بے جا استعمال پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''ترکی کی حمایت تو دھوکے کی ٹٹی ہے، اصل مقصود بغلامی ہنود سوراج کی چکی ہے، بڑے بڑے لیڈروں نے جس کی تصریح کردی ہے، بھاری بھرکم خلافت کا نام لو، عوام بھڑیں، چندہ خوب ملے، اور گنگا جمنا کی مقدس زمین آزاد کرانے کا کام چلے''

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۱ / ص ۴۸۵، بریلی)

خلافت کے چندے سے علی برادران، گاندھی جی، مسٹر تلک اور مسٹر ابوالکلام آزاد ملک گیر دورہ کررہے تھے، اور ترک موالات اور کانگریس کے لئے فضا ہموار کررہے تھے، چندے کی رقم ترکوں

کو نہ بھیج کر لیڈر سیر و سیاحت پر خرچ کر رہے تھے، اس پر اعلیٰ حضرت نے سخت تنقید فرمائی ہے۔

''غریب نادار مسلمانوں کی کمائی کا ہزار ہا روپیہ ان تبلیغوں میں برباد جا رہا ہے اور جائے گا اور محض بے کار و نامراد جا رہا ہے اور جائے گا، ہاں لیڈروں، مبلّغوں کی سیر و سیاحت کے سفر خرچ اور جلسہ و اقامت کے پلاؤ قورمے سیدھے ہو گئے اور ہوں گے، اگر یہ فائدہ ہے تو نقد وقت ہے اور سیر یورپ کے حساب کا راز تو روز حساب ہی کھلے گا''

(المحجۃ المؤتمنہ، ص ۱۲۸، رسائل رضویہ، جلد ۱۱)

جنگ آزادی اور اعلیٰ حضرت کا نقطۂ نظر

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی دلی خواہش تھی کہ ملک انگریزوں کی غلامی سے آزاد ہو، اعلیٰ حضرت کے مندرجہ ذیل الفاظ پر غور کیجئے۔

نصاریٰ کی غلامی..................چھوڑنا چاہتے ہیں

مبارک ہو

اور خدا سچ کرے

اور راست لائے

(المحجۃ المؤتمنہ، ص ۲۴، رسائل رضویہ ۱۱)

اعلیٰ حضرت چاہتے تھے کہ آپسی اختلافات کی بنیاد ختم ہو، نازک مزاج شریعت کے خلاف جو اقوال و افعال سرزد ہوئے ہیں ان سے توبہ و رجوع ہو، پھر متحد ہو کر پوری قوت کے ساتھ میدان میں اتریں اور مسلمان اپنے بل بوتے پر آزادی کی جنگ لڑے، تمام سیاسی و غیر سیاسی معاملات میں قائدانہ کردار.....ادا کر کے ملک انگریزوں سے واپس لے، اگر برادران وطن اس جنگ میں شریک ہونا چاہتے ہوں تو......بے شک ہوں........مگر یہ شرکت بطور سپاہیانہ ہو ....قائدانہ نہیں کیونکہ بادشاہت اور ملک مسلمانوں کے ہاتھوں سے چھینا گیا تھا، لہٰذا آگے بڑھ کر مسلمانوں کو ہی قیادت کا حق

ادا کرنا چاہئے، جنگ آزادی کے تعلق سے اس قسم کے خیالات کا اظہار اعلیٰ حضرت نے المحجۃ المؤتمنہ، میں ،ص ۸۵/ سے ۱۲۶/ تک فرمایا ہے، اعلیٰ حضرت کا نقطۂ نظر سمجھنے کے لئے ان صفحات کا مطالعہ چشم کشا ثابت ہوگا۔

کسی طاقت ور قوم کا پس رو بن کر آزادی کی جنگ میں حصہ لینا اعلیٰ حضرت کے نزدیک اسلامی نقطۂ نظر سے بھی اور مسلمانوں کے سیاسی وجود کے لئے بھی خطرناک تھا، آپ کا خیال تھا کہ ایک دشمن کے پھندے سے گردن نکال کر دوسرے قوی دشمن کے پھندے میں گردن پھنسا دینا آزادی نہیں خودکشی ہے۔

مسلمانوں کے جو لیڈر بنے پھر رہے تھے اتنی دوراندیشی سے سوچنا ان کے لئے ممکن نہ تھا، اپنی قائدانہ حیثیت بھول کر انہوں نے برادران وطن کی حاشیہ برداری قبول کر لی تھی، حالانکہ ان میں سے ہر ایک کے اندر یا ان کی اجتماعی ہیئت کے اندر ملک چلانے کی صلاحیت موجود تھی، علمائے اہلسنّت اور خاص طور پر اعلیٰ حضرت کی بار بار تنبیہ کے باوجود سیاسی لیڈروں نے اپنی تمام تر سیاسی تدبر، فہم وفراست، دوراندیشی، علمی وفکری جاہ وجلال سب کچھ غیر مسلم لیڈروں کی جھولی میں ڈال دیا، اور احساس کمتری اور مرعوبیت میں مبتلا ہو کر ہندو مسلم اتحاد کے سیلاب میں بہتے چلے گئے، ہندوؤں کے ساتھ اتحاد اور دوستی نبھانے کے لئے مسلم لیڈروں نے جن غیر شرعی حرکات کا ارتکاب کیا تھا ان کا ہلکا سا ذکر پچھلے صفحات میں ہو چکا ہے۔

اعلیٰ حضرت جیسے امام وقت، نکتہ داں فقیہ، دوراندیش مصلح ومدبر اور مسلمانوں کے سچے خیر خواہ کا ان حالات سے بے خبر رہنا ممکن نہ تھا بلکہ مسلم لیڈروں کی بے خبری وبے راہ روی پر ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہے تھے، مسلسل بخار سے انتہائی ضعف ونقاہت محسوس کرنے کے باوجود کتابیں لکھ لکھ کر مفت تقسیم کر رہے تھے، الفقیہ امرتسر، تحفہ حنفیہ پٹنہ، دبدبۂ سکندری رامپور اور الرضا بریلی جیسے پرچوں سے مسلم لیڈروں کو بار بار تنبیہ فرما رہے تھے مگر ان کو اعلیٰ حضرت کی دردمندانہ اپیل، خیر خواہانہ

تنبیہات میں انگریز دوستی، ترکوں کی امداد سے بیزاری یا وطن عزیز کی آزادی سے عدم دلچسپی نظر آرہی تھی۔

ہندو مسلم اتحاد کے نام پر مسلم لیڈروں نے شریعت محمدی کا جیسا مذاق بنا رکھا تھا اس پر تنبیہ کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

''خیر خواہی اسلام حدود اسلام میں رہ کر ہے، مشرکین سے اتحاد وموالات اور ان کو راضی کرنے کو شعار اسلام کی بندش، مشرک لیڈر کو اپنے دین کا ہادی ورہبر بنانا، مشرک لکچرار کو مسلمانوں کا واعظ ٹھہرانا، اسے مسجد میں لے جا کر جماعت مسلمین سے اونچا کھڑا کرکے لکچر دلوانا، اپنے ماتھوں پر مشرکوں سے قشقے لگوانا، مشرکوں کے مجمع میں مشرک لیڈروں کی جے پکارنا، مشرک لیڈروں کی ٹکٹکی اپنے کندھوں پر اُٹھا کر مرگھٹ میں لے جانا، مساجد کو مشرک کا ماتم گاہ ٹھہرانا، اس کے ماتم کے لئے مساجد میں سر برہنہ ہونا، اس کے لئے نماز ودعائے مغفرت کا اشتہار دینا.................صاف لکھ دینا کہ ہم نے قرآن وحدیث کی تمام عمر بت پرستی پر نثار کردی.....................صاف لکھ دینا کہ ہماری جماعت ایک ایسا مذہب بنانے کی فکر میں ہے جو کفر واسلام کا امتیاز اُٹھا دے گا، صاف لکھ دینا کہ ہم ایسا مذہب بنانا چاہتے ہیں جو سنگم وپریاگ (بتوں کی پرستش گاہ) کو مقدس مقام ٹھہرائے گا، یہ امور خیر خواہی اسلام نہیں کند چھری سے اسلام کو ذبح کرنا ہے''

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۶ ص ۳، رضا اکیڈمی)

ترک موالات کے منصوبے اور اعلیٰ حضرت کی عقابی نظر

کافروں کے اقسام ذمی، مستامن اور حربی، ان کے ساتھ معاملات وموالات کے احکام ....کافروں سے امداد لینے کی صورتیں، التجا، اعتماد اور استخدام، جہاد کے اقسام واحکام پر تفصیلی گفتگو فرمانے کے بعد اعلیٰ حضرت نے ان مہلک منصوبوں اور ہلاکت خیز اسکیموں کی طرف مسلمانوں کی توجہ مبذول کرائی جو مختلف خلافتی جلسوں میں گاندھی جی اور اس کے ہمنوا لیڈروں نے پیش

کی تھیں اور بار بار مسلمانوں کو ان پر عمل کے لئے اکسایا جا رہا تھا۔

ان اسکیموں پر عمل کے نتائج پر گفتگو کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت رقم طراز ہیں۔

''اگر اب مسلمان زمینداریاں، تجارتیں، نوکریاں تمام تعلقات یکسر چھوڑ دیں تو کیا تمہارے جگری خیر خواہ جملہ ہنود بھی ایسا ہی کریں گے اور تمہاری طرح نرے ننگے بھوکے رہ جائیں گے؟ حاشا ہرگز نہیں ....زنہار نہیں..........اور جو دعویٰ کرے اس سے بڑھ کر کاذب نہیں، مکار نہیں۔

اتحاد و وداد کے جھوٹے بھروں پر بھولے ہو منافقانہ میل پر پھولے ہو سچے ہو تو موازنہ دکھاؤ کہ اگر ایک مسلمان نے ترک کی ہو تو ادھر پچاس ہندوؤں نے نوکری تجارت زمینداری چھوڑ دی ہو.............کہ یہاں مالی نسبت یہی یا اس سے بھی کم ہے، اگر نہیں دکھا سکتے تو کھل گیا کہ

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا..........جو سنا افسانہ تھا ع

لاجرم.........نتیجہ کیا ہوگا؟............یہ کہ............تمام اموال، کل دولتیں، دنیادی جمیع اعزاز.... .... جملہ وجاہتیں صرف ہندوؤں کے ہاتھ میں رہ جائیں اور مسلمان دانے دانے کو محتاج، بھیک مانگیں''

(المحجۃ المؤتمنہ، ص۱۳۲/رسائل رضویہ، جلد۱۱)

اعلیٰ حضرت کی سیاسی بصیرت اور دقت نظری

سورۂ ال عمران کی ۱۱۸/نمبر آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ ارشاد موجود ہے ''قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ'' بغض وکینہ کافروں کے منہ سے ظاہر ہو چکی ہے اور تمہیں برباد کرنے کے جو خطرناک منصوبے ان کے دلوں میں پوشیدہ ہیں وہ اس سے بھی بڑھ کر ہیں۔

۱۹۱۷ء کا سال تھا، آرہ بہار کے مسلمانوں پر ہندوؤں نے حملہ کر دیا، اس حملے میں مسلمانوں

کا بے انتہا جان و مال کا نقصان ہوا، گھر جلائے گئے، معصوم بچے قتل کئے گئے، سوتے ہوئے مسلمانوں کو چارپائی سے باندھ کر آگ لگادی گئی، مسلمان محسوس کررہے تھے کہ سارا ملک آرہ بن کر مسلمانوں کے سروں پر چل گیا تھا۔

اس سے پہلے ۱۹۱۴ء میں مظفر پور بہار میں مسلمانوں پر حملے ہوئے اور مسلمانوں کا سب کچھ برباد ہوگیا، سیکڑوں مسلمان شہید ہوئے ۱۹۱۷ء میں پچیس ہزار ہندوؤں نے اعظم گڑھ کے مسلمانوں پر دھاوا بول دیا، قتل و غارت گری کے ساتھ مسلمانوں پر اتنے مظالم کئے کہ تاریخ مثال نہیں پیش کرسکتی، ۱۹۱۸ء میں ہردوار کٹار پور کے مسلمانوں پر حملہ ہوا، مسلمانوں کو بند مکان میں آگ لگا کر جلایا، جن میں تقریباً بیس مسلمان جل کر خاک ہوگئے، ان کی جان و مال اور آبرو کو نہایت بے رحمی سے تباہ کیا، اس کے بعد ہی کلکتہ کے مسلمانوں پر حملے ہوئے، چالیس ہزار تک مسلمان کام آئے، اور دو ارب تک مالی نقصان ہوا۔

ہندوؤں کے مظالم اور ان کی طرف سے بھڑکائے فسادات کی ایک لمبی فہرست ہے، چند فسادات کے ذکر سے یہ بتانا مقصود ہے کہ مسلمانوں سے ان کی نفرت اس طرح ظاہر ہوچکی تھی، ہوشیار ہوجانے کے لئے اتنے ہی حادثات کافی تھے، قرآن کی مذکورہ آیت کے دوسرے حصے میں متنبہ کیا گیا ہے کہ ان کے دلوں میں جو منصوبے ہیں وہ اور زیادہ خوفناک ہیں، اعلیٰ حضرت تحریک خلافت، تحریک ترک موالات اور تحریک ہجرت کے بھیانک نتائج سے مسلمانوں کو باخبر کرتے ہوئے اس آیت کی سچائی کا آنکھوں دیکھا نظارا کراتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں۔

> ’’آؤ اب ہم تمہیں قرآن عظیم کی تصدیق دکھائیں اور ان کی طرف سے اس میل اور مَیل کا راز بتائیں، دشمن اپنے دشمن کے لئے تین باتیں چاہتا ہے۔ اوّل: اس کی موت کہ جھگڑا ہی ختم ہو۔ دوم: یہ نہ ہو تو اس کی جلاوطنی کہ اپنے پاس نہ رہے۔ سوم: یہ بھی نہ ہو سکے تو آخیر درجہ اس کی بے پری کہ عاجز بن کر رہے۔
> مخالف نے تینوں درجے ان پر طے کردیئے اور ان کی آنکھیں نہیں کھلتیں، خیر خواہی سمجھے

جاتے ہیں۔ اوّلاً جہاد کے اشارے ہوئے ، اس کا کھلا نتیجہ ہندوستان کے مسلمانوں کا فنا ہونا تھا۔ ثانیاً جب یہ نہ بنی ہجرت کا بھرّ ادیا کہ کسی طرح دفع ہوں، ملک ہماری کبڈیاں کھیلنے کو رہ جائے، یہ اپنی جائدادیں کوڑیوں کے مول بیچیں یا یوں ہی چھوڑ جائیں، بہر حال ہمارے ہاتھ آئیں، ان کی مساجد ومزارات اولیاء ہماری پامالی کو رہ جائیں۔ ثالثاً جب یہ نہ نبھی تو ترک موالات کا جھوٹا حیلہ کرکے ترک معاملات پر ابھارا ہے، کہ (۱) نوکریاں چھوڑ دو، (۲) کسی کونسل کمیٹی میں داخل نہ ہو، (۳) مالگزاری ٹیکس کچھ نہ دو، (۴) خطابات واپس کر دو۔

امر اخیر تو صرف اس لئے کہ ظاہر نام کا دنیوی اعزاز بھی کسی مسلمان کے لئے نہ رہے، اور پہلے تین اس لئے کہ ہر صیغہ وہر محکمہ میں صرف ہنود رہ جائیں، جہاں ہنود کا غلبہ ہوتا ہے حقوق اسلام پر جو گزرتی ہے ظاہر ہے، جب تنہا وہ رہ جائیں گے تو اس وقت کا اندازہ کیا ہو سکتا ہے۔

مالگزاری نہ دینے پر کیا انگریز چپ بیٹھے رہیں گے، ہرگز نہیں، قرقیاں ہونگی، تعلیقے ہوں گے، جائدادیں نیلام ہوں گی اور ہندو خریدیں گے، نتیجہ یہ کہ مسلمان صرف قلی بن کر رہ جائیں، یہ تیسرا درجہ ہے''

(المحجۃ المؤتمنہ، ص۱۳۴/رسائل رضویہ، ۱۱)

باٹا جوتا کمپنی کی ایجنسی ہندوستان میں داؤد اینڈ کمپنی کے پاس تھی، سمندری جہاز رانی کی صنعت پر مسلمانوں کا قبضہ تھا، جہاز رانی کے مزدور، ملاح اور مالکان جس محلے میں رہتے تھے ممبئی میں آج بھی ناخدا محلّہ کہا جاتا ہے۔

پیتل، تانبا، اسٹیل کمپنیاں، برتن کے کارخانے، لیدر اور چمڑے کی صنعت، سوتی کپڑوں کی میلیں، رنگ ریزی، کپڑوں میں زرگری، بنارسی ساڑی صنعت، عطر سازی، برطانیہ کے مانچسٹری کپڑے، لپٹن دودھ، چائے، تعمیراتی ساز وسامان، گیس بتیاں، لائف بوائے اور دوسرے لاتعداد ملکی صنعتوں اور انگریزی مصنوعات کی انجنسیاں مسلمانوں کے قبضے میں تھیں، جب ترک موالات کی

فسوں کاری کی گئی مسلمانوں نے تمام کاروباری ایجنسیاں انگریزوں کوواپس کردیں اورخاص ملکی صنعتوں سے بھی باہرنکل آئے ، یہ تھی آزادی کے تعلق سے مسلمانوں کی قربانیاں لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ خفیہ طور پر انگریزوں سے رابطہ کر کے گجراتی ماڑواڑیوں اور دوسری ریاستوں کے ہندوبنیوں نے یہ ایجنسیاں اونے پونے داموں حاصل کرلیں اور مسلمان وطن کے ساتھ وفاداری کے صلے میں معاشی بدحالی کے شکار ہوکر برباد ہوگئے۔

یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ عین اس وقت جب ترک تعاون کی اسکیموں پرعمل کر کے مسلمان غیرملکی مصنوعات کا بائیکاٹ کررہے تھے کانگریس کے خاص ممبر دادا بھائی نوروز جی اور جمشید جی ٹاٹا نے کئی بار برطانیہ کا دورہ کیا اور ہر بار جب لوٹے نیا پرمٹ ، نیا آرڈر اور نئے کارخانوں کے لئے پرفضا مقامات پر وسیع ترین زمینیں اپنے نام کرا کر لوٹے ، جنگ آزادی میں ان دونوں نے کبھی بھی کسی طرح کا کوئی حصہ نہیں لیا ، نہ کبھی جیل گئے ، نہ لاٹھی کھائی ، نہ جائداد ضبط ہوئی ، نہ ان پر کبھی مقدمہ چلا پھر بھی برادران وطن ان کو نہ صرف جنگ آزادی کا ہیرو بنا کر پیش کررہے ہیں بلکہ حکومت کڑوڑں روپے خرچ کر کے ان کی یادگار بھی قائم کررہی ہے،اس طرح تاریخ کی سچائیوں کو بدلنے کا کام پراسرار طریقے سے جاری ہے۔

ترک تعاون کے نام پر تعلیم گاہوں کو بندکرانے کی جب باری آئی توان کی نظر صرف مسلمانوں کے تین کالج علی گڑھ، لاہور اور پشاور کی طرف رہی اورانہیں بندکرانے کے لئے تحریکیں چلائیں ،مگر ایک سو بائیس کالج جو ہندوؤں کے زیر اہتمام چل رہے تھے ادھر رخ تک نہیں کیا۔

جذبات کا طوفان اوراعلیٰ حضرت کی بے مثال سلامت روی

مسلم لیڈروں کی کوتاہ نظری اور غلط سیاسی پالیسیوں نے امت کو ہراساں کردیا تھا،اس وقت پورے ملک میں نہ تحریکوں کی کمی تھی ، نہ لیڈروں کی ، نہ مسائل کی ، نہ ایسے بیان بازمولویوں کی جو بول کر پھر سوچتے تھے، کر کے پھر پچھتاتے تھے۔ بے سوچے سمجھے جوشیلی تقریریں کرنے والے گرم دماغ

خطیب تو ہر گلی میں گھوم رہے تھے۔

حالات کی ابتری اور نتائج سے بے خبر لیڈروں کے تحکم آمیز غلط فیصلوں نے امت کو اس حد تک بے بس کر دیا تھا کہ اگر صبح کسی اسٹیج پر علی برادران کوئی پر جوش بیان دے ڈالتے اسی کو امت اپنے مسائل کا حل سمجھ لیتی، اسی شام اگر ابوالکلام آزاد اس کے برخلاف کوئی اور اسکیم لے کر آتے تو لوگ اسی کو ہر دکھ کا علاج سمجھ بیٹھتے، اگر کوئی غیر معروف آدمی کسی طرف انگلی اُٹھا کر اشارہ کر دیتا تو لوگ بے سوچے سمجھے اسی طرف دوڑ پڑتے، اگر کوئی ہندو بنیا بھی یہ کہہ دیتا تھا کہ سب چھوڑ کر افغانستان ترکستان نکل جاؤ تو اندھا دھند اس پر بھی عمل شروع ہو جاتا تھا اور لاکھوں لاکھ لوگ پریشان ہو جاتے تھے اور تیس سے چالیس ہزار جانیں گنواں بیٹھتے تھے، لیڈر اپنی لیڈری کے ارمان نکال رہے تھے، ادھر امت لٹ کر برباد ہوری تھی۔

ایسے نازک حالات میں اعلیٰ حضرت کی بے مثال شان دعوت وعزیمت، فاضلانہ تحقیقات پر مبنی مقالات اور کتابوں نے امت کو قرآن وحدیث کی روشنی دیکھائی اور آپ نے پروقار لب ولہجہ، مستند گفتگو اور معتمد آواز کے ساتھ امت رسول کو مشورہ دیا۔

> ''مسلمان اپنی سلامت روی پر قائم رہیں، کسی شریر قوم کی چال میں نہ پھنسیں، (نہ سیکھیں)
> اپنے اوپر مفت بدگمانی کا موقع نہ دیں'' (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۲ / ص ۱۷۷)

تحریک ہجرت، مسئلہ خلافت، مشرکین ہند کے ساتھ مذہبی ادغام، ہندوستان دارالاسلام ہے یا دارالحرب ہے، گائے کی قربانی کریں نہ کریں، مسلم لیڈروں اور بعض علماء کی بے راہ روی جیسے مسائل آپ کے سامنے تھے، آپ نے مندرجہ ذیل تحقیقی ومعلوماتی کتابیں لکھ کر شریعت کے موقف کا فوراً برملا اظہار فرمایا۔

(۱) **اعلام الاعلام بان ھندوستان دارالاسلام.**

(۲) **انفس الفکر فی قربان البقر.**

(۳) دوام العیش فی الائمة من القریش.

(۴) تدبیر فلاح ونجات واصلاح.

(۵) المحجة المؤتمنه فی آیة الممتحنه

(۶) الطاری الداری لھفوات عبدالباری.

(۷) بالغ النور علی سوالات جبلفور.

ابوالکلام آزاد کے فتوائے ہجرت کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے پہلے ہجرت کے اقسام، ہر قسم کے احکام بیان کیئے، ہجرت کی صورتوں پر تفصیلی گفتگو فرمائی پھر آپ نے فرمایا۔

''ہندوستان دارالاسلام ہے، اس سے ہجرت عامہ حرام ہے، کہ اس میں مساجد کی ویرانی وبے حرمتی، قبور مسلمین کی بربادی، عورتوں بچوں اور ضعیفوں کی تباہی ہوگی''

(فتاویٰ رضویہ، جدل ۶ رص ۲)

مسلمانوں کی مذہبی ومعاشرتی زندگی پر اعلیٰ حضرت نے جو حقیقت پسندانہ تجزیہ فرمایا ہے وہ سماجی علوم کے طالب علم کے لئے بہت اہم ہے، آپ نے پہلے گھر پریوار اور معاشرتی خرابیوں کی طرف توجہ دلائی، تسہیل کے بعد اعلیٰ حضرت کی تجزیاتی تحریر ملاحظہ فرمایئے۔

''آپسی جھگڑوں میں گھر کے بڑے جو فیصلہ کرے وہ قبول نہیں، FIR کاٹیں گے، کیس کریں گے، مقدمہ بازی ہوگی، اس میں گھر گھرانہ برباد، یہ دل سے قبول، گرہ گرہ بھر زمین کے لئے کچہری میں دو دو ہزار بگڑ جاتے ہیں''

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۲ رصفحہ نمبر ۱۷۸)

مسلمانوں کی تجارت سے بیزاری، صنعت وحرفت سے دوری اور تجارت کے اصولوں سے ناواقفی پر تبصرہ کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

''مسلمان خود کو بادشاہوں کی اولاد اور خاندانی سمجھنے کی وجہ سے حرفت اور تجارت کو عیب سمجھتے ہیں، حالانکہ یہی لوگ ذلت کی نوکریاں کرنے، نوکریوں کے لئے دردر کی ٹھوکریں کھانے،

حرام کام کرنے، حرام مال کھانے کوفخر وعزت سمجھتے ہیں، اگر کچھ اپنے بھائی تجارت بھی کریں تو خریداروں کو اتنا حس نہیں کہ اپنی ہی قوم سے خریدیں، اگر چہ ایک پیسہ زائد سہی کہ نفع ہے تو اپنے ہی بھائی کا ہے، ادھر مسلمان دکانداروں کی یہ حالت ہے کہ ہندو آنہ روپیہ نفع لے تو مسلمان صاحب چونی سے کم پر راضی نہیں، پھر لطف یہ کہ مال بھی اس سے ہلکا بلکہ خراب، یہ سب تجارت کے اصول کے خلاف ہے۔(ایضا)

ہندوتجارت کے اصول جانتا ہے کہ جتنا تھوڑا نفع رکھے اتنا ہی زیادہ ملتا ہے اور مسلمان صاحب چاہتے ہیں کہ سارا نفع ایک ہی خریدار سے اصول کرلیں''(ایضا)

اہل ثروت اور امراء کے متعلق آپ نے جو تبصرہ فرمایا ہے اس میں حقیقت کی مکمل عکاسی فرمادی ہے۔

''امراء اور اہل ثروت دادعیش دے رہے ہیں، ناچ گانے اور رقص وسرور کی محفلوں میں لاکھوں لاکھ اڑا دیتے ہیں، خودکونوابوں کی اولاد سمجھتے ہیں، اس لئے ایسے ہی بیہودہ کاموں میں ناموری سمجھتے ہیں، سودی کاروبار کرتے ہیں اور منافع بھی بنیوں سے دوگنا زیادہ رکھا ہے ''نہ شرم نبی نہ خوف خدا'' ختنہ نے انہیں مسلمان کیا اور گائے گوشت نے مسلمانی قائم رکھی ہے''(ایضا)

دینی تعلیم کے حصول میں ہزار ہزار سہولیات فراہم ہیں، طعام وقیام فری، کتابیں مفت، علاج ومعالجہ مفت، نہ فیس، نہ ڈونیشن، مدرسے سے باہر آ ؤ تو قوم آنکھوں پر بیٹھاتی ہے، ہر طرح کی دینی و دنیاوی عزتیں استقبال کرتی ہیں، اس کے باوجود دینی تعلیم سے دور بھاگتے ہیں، اپنے جگر کے ٹکڑوں کو عالم بنانے سے کتراتے ہیں، مدرسہ بھیجنے سے گھبراتے ہیں، دینی تعلیم سے قوم کی بیزاری پر اعلیٰ حضرت نے جو فرمایا ہے وہ آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے، فرماتے ہیں۔

''مسلمان انٹر پاس کو رزّاق مطلق سمجھ رہے ہیں، حالانکہ اس تعلیم کی راہ میں قدم قدم پر ذلتیں ہیں، نوکری میں عمر کی شرط، پاس ہونے کی شرط، پھر اسکول کی پڑھائی وہ مفید کہ عمر بھر کام نہ آئے، نہ اس نوکری میں اس کی حاجت پڑے، ابتدائی عمر کہ وہی تعلیم کا زمانہ ہے یوں گنوائی،

اب پاس ہونے میں جھگڑا ہے، تین تین بار فیل ہوتے ہیں، پھر بھی لپٹے چلے جاتے ہیں، قسمت کی خوبی کہ مسلمان ہی اکثر فیل کئے جاتے ہیں، تقدیر سے اگر پاس بھی مل گیا تو اب نوکری کا پتہ نہیں، ملی بھی تو صریح ذلت کی، کہئے! علم دین سیکھنے، دین حاصل کرنے اور نیک وبد میں تمیز آنے کا وقت کونسا آئے گا، لاجرم نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دین کو مضحکہ سمجھتے ہیں، اپنے باپ دادا کو جنگلی، گنوار بے تمیز، وحشی نالائق، بیہودہ احمق وغیرہ جاننے لگتے ہیں''

(فتاویٰ رضویہ، جلد۱۲؍ص۱۷۸)

مذہبی تشخص کا زوال اور اعلیٰ حضرت کی فکرمندی

اعلیٰ حضرت نے محسوس کرلیا تھا کہ بھولے بھالے مسلمانوں کے گرد ہندوستانی وثنی تہذیب کے دیو نے اپنا گھیرا تنگ کرنا شروع کر دیا ہے تاکہ موقع پاکران کے دولت ایمان کو پرفریب آہنی پنجوں میں دبوچ لے، جبکہ تازہ دم مغربی تہذیب کی عریاں دیوی اپنے دانت اور ناخن سے مسلمانوں کی غیرت کو لہولہان کرچکی تھی، مسلمانوں کی یہ بے بسی اعلیٰ حضرت جیسے حساس مردمومن کے لئے انتہائی کربناک تھی، اعلیٰ حضرت ہوا کے رخ کو دیکھ کر سمجھ چکے تھے کہ ان جادوئی تہذیبوں کے اثرات سے بچنے کا واحد حصار یہی ہے کہ امت کو دینی تعلیم سے قریب کیا جائے اور اس پر سختی سے عمل کے لئے ملک گیر تحریک چلائی جائے اور اس کی ابتدا بچوں سے ہو۔

بچوں کے اندر دینی روح پیدا کرنے کے چند رہنما اصولوں کا ذکر کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

''پیدائش کے فوراً بعد سیدھے کان میں اذان اور بائیں میں تکبیر کہے، میٹھی چیز چبا کر منھ میں ڈالے، ماں یا نیک دایہ نمازی، صالحہ شریف القوم سے دوسال تک دودھ پلوائے، رذیل، بدافعال عورت کے دودھ سے بچائے کہ دودھ طبیعت کو بدل دیتا ہے، زبان کھلتے ہی اللہ اللہ پھر پورا کلمہ لاالہ الا اللہ پھر پورا کلمہ طیبہ سکھائے، جب تمیز آئے ادب سکھائے، کھانے پینے، ہنسنے بولنے، اُٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے، حیا، لحاظ، بزرگوں کی تعلیم، ماں باپ استاذ اور بیٹی

کوشوہر کے بھی اطاعت کے طرق وآداب بتائے۔

قرآن مجید پڑھائے، استاذ نیک، صالح، متقی، صحیح العقیدہ سن رسیدہ کے سپرد کرے، بیٹی کونیک پارسا عورت سے پڑھائے...............عقائد اسلام اور سنت سکھائے.......کہ ....لوح سادہ..........فطرت اسلامی وقبول حق پر مخلوق ہے اس وقت کا بتایا پتھر کی لکیر ہوگا۔

حضور انور ﷺ کی محبت وتعظیم ان کے دل میں ڈالے، کہ اصل ایمان وعین ایمان ہے، حضور پر نور ﷺ کے آل واصحاب واولیاء وعلماء کی محبت وعظمت کی تعلیم کرے کہ اصل سنت وزیور ایمان بلکہ باعث بقائے ایمان ہے، بری صحبت میں ہرگز ہرگز نہ بیٹھنے دے، سات برس کی عمر سے نماز کی زبانی تاکید شروع کردے، اور علم دین خصوصا (۱) وضو، غسل، نماز وروزہ کے ....مسائل (۲) توکل، قناعت، زہد، اخلاص، تواضع، امانت صدق، عدل، حیاء، سلامت صدر ولسان وغیرہ خوبیوں کے.......فضائل (۳) حرص، طمع، حب دنیا، حب جاہ، ریا، عجب، تکبر، خیانت، کذب، ظلم، فحش، غیبت، حسد، کینہ وغیرہا برائیوں کے.......رذائل پڑھائے، جب عمر دس برس کا ہو نماز مار کر پڑھائے، لکھنا پیرنا اور سپہ گری سکھائے''

(تلخیص فتاویٰ رضویہ، جلد ۹ رص ۴۶ر۴۷)

انگریزی زبان کی تعلیم اعلیٰ حضرت کے نزدیک جائز بلکہ بعض صورتوں میں تعلیم حاصل کرنے والا اجر کا مستحق ہے لیکن وہ انگریزی تعلیم جو دین وایمان تباہ کردے تو اس صورت میں اعلیٰ حضرت کے نزدیک نہ صرف انگریزی تعلیم بلکہ ایسا نتیجہ دینے والا ہر علم سیکھنا حرام ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۹ رص ۹۹)

کالج اور اسکولوں میں مغربی تعلیم کے نتائج اعلیٰ حضرت کے سامنے تھے، انگریزی تعلیم پا کر ایک شخص مندجہ ذیل فکر وعمل میں گرفتار ہو جاتا ہے۔

دین کا مضحکہ، سنت سول (ﷺ) کا استہزا کرنے لگتا ہے، اسلاف کا گستاخ اور باپ دادا کو

جنگلی، وحشی، گنوار بیوقوف بے تمیز، نالائق اور احمق سمجھنے لگتا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد۱۲ص۱۷۹)

اور تشبہ وضع وتحقیر شرع وشیوع دہریت وفروغ نیچریت میں مصروف ہوجاتا ہے۔

(المحجۃ المؤتمنہ، ص۲۴ررسائل رضویہ، جلد۱۱)

اس لئے انگریزی تعلیم کے مقاصد کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

''انگریزی اور وہ بے سود وتضیع اوقات تعلیمیں جن سے کچھ کام دین تو دین دنیا میں بھی نہیں پڑتا جو صرف اس لئے رکھی گئی ہیں کہ لڑکے ایں وآں ومہملات میں مشغول رہ کر دین سے غافل رہیں کہ ان میں حمیت دینی کا مادہ ہی پیدا نہ ہو.............وہ یہ جانیں ہی نہیں کہ ہم کیا ہیں...........اور ہمارا دین کیا، جیسا کہ عام طور پر مشہود ومعہود ہے، جب یہ نہ چھوڑی جائیں اور تعلیم وتکمیل عقائد حقہ وعلوم صادقہ کی طرف باگیں نہ موڑی جائیں دہریت و نیچریت کی بیخ کنی ناممکن ہے''

(المحجۃ المؤتمنہ، ص۱۳)

اعلیٰ حضرت نے تمام ہندی مسلمانوں کو سختی کے ساتھ تاکید فرمائی کہ

''آپ سب کے لئے سب سے اہم یہ کہ دین پر مضبوطی سے عمل کریں، اگلوں کو دین پر عمل کے صدقے ہی جہاں بانی وجہانگیری کی دولت ملی تھی، دین پر عمل کی گرفت جب سے ڈھیلی پڑنے لگی ہے مسلمان دن بدن برباد ہورہے ہیں، موجودہ حالات کی سنگینی اور مستقبل کے خطرات کے پیش نظر اپنے اور اپنے بچوں کے لئے دینی تعلیم لازم کرلیں اور بہرصورت اپنے عقائد ومعمولات اور مذہبی تشخصات کی حفاظت میں ہمیشہ مستعد رہیں''

(تلخیص وتسہیل)(فتاویٰ رضویہ، جلد۱۲ص۷۷ار مقامع الحدید، ص۶۲)

دینی تعلیم اور اعلیٰ حضرت کا معاشی نظریہ

دینی تعلیم کی طرف مسلمانوں کی رغبت بڑھانے کے لئے اعلیٰ حضرت معاشی نقطہ نظر سے بھی سوچتے تھے، بلکہ آپ اس کو ملک گیر تحریک بنادینا چاہتے تھے، آپ کی دلی خواہش تھی کہ ہر مسلمان دیگر

اخراجات کے ساتھ ساتھ ہر مہینہ کچھ رقم پس انداز کر کے دینی خدمت کے لئے بھی تھوڑی رقم مختص کرلے اوراس سے دینی مطابع و مدارس کو معاشی طور پر مستحکم کرے، حدیث پاک میں ہے ''اخیر زمانے میں دین کا کام درھم و دینار سے انجام پائے گا'' اعلیٰ حضرت کا خیال تھا کہ یہ وہی زمانہ ہے جس کی خبر حضور ﷺ نے دی تھی، لہٰذا ہر مسلمان پر دین کا تحفظ بقدر طاقت فرض ہے، آگے بڑھے اور ہر کوئی اپنا کردار ادا کرے۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۲ ص ۱۳۴)

دینی تعلیم کو ملک گیر تحریک اوراس تحریک کو معاش، خلوص، محنت اور حرکت وعمل سے جوڑنے کے لئے آپ نے ایسے جامع ترین منصوبوں کی طرف رہنمائی فرمائی جن پر اگر عمل کرلیا جاتا یا آج عمل شروع کردیا جائے تو ہماری شکست فتح سے بدل سکتی ہے اور امت دور.... رس تبدیلیاں محسوس کرے گی اور یہ جاننے لگے گی کہ ''ہم کیا ہیں اور ہمارا دین کیا ہے''۔

(المحجۃ المؤتمنہ، ص ۲۳)

آپ کے انقلاب آفریں منصوبے یہ ہیں!

(۱) عظیم الشان مدارس کھولے جائیں، باقاعدہ تعلیمیں ہوں۔

(۲) طلبہ کو وظائف ملیں کہ خواہی نہ خواہی گرویدہ ہوں۔

(۳) مدرسوں کی بیش قرار تنخواہیں ان کی کاروائیں پر دی جائیں۔

(۴) طبائع طلبہ کی جانچ ہو، جو جس کام کے زیادہ مناسب دیکھا جائے معقول وظیفہ دیکر اس میں لگایا جائے۔

(۵) ان میں جو تیار ہوتے جائیں تنخواہیں دیکر ملک میں پھیلائے جائیں کہ تحریرا و تقریرا و وعظا و مناظرہ اشاعت دین و مذہب کریں۔

(۶) حمایت مذہب ورد بد مذہباں میں مفید کتب ورسائل مصنفوں کو نذرانے دے کر تصنیف کرائے جائیں۔

(۷) تصنیف شدہ اور نو تصنیف رسائل عمدہ اور خوشخط چھاپ کر ملک میں مفت تقسیم کئے

جائیں۔

(۸) شہروں شہروں آپ کے سفیر نگراں رہیں، جہاں جس قسم کے واعظ یا مناظر یا تصنیف کی حاجت ہو آپ کو اطلاع دیں، آپ سرکوبئ اعداء کے لئے اپنی فوجیں، میگزین اور رسالے بھیجتے رہیں۔

(۹) جو ہم میں قابل کار موجود اور اپنی معاش میں مشغول ہیں وظائف مقرر کرکے فارغ البال بنائے جائیں اور جس کام میں انہیں مہارت ہو لگائے جائیں۔

(۱۰) آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں اور وقتاً فوقتاً ہر قسم کے حمایت مذہب میں مضامین تمام ملک میں بقیمت و بلا قیمت روزانہ یا کم سے کم ہفتہ وار پہنچاتے رہیں۔

(فتاویٰ رضویہ، جدل ۱۲/ص ۱۳۳)

مسلمانوں کی معاشی وسماجی ابتری اور اعلیٰ حضرت کی اصلاحی تدابیر

غیر مسلم سیاسی رہنماؤں کے زیر اثر مسلم رہنماؤں نے جن سیاسی و نیم سیاسی تحریکات کا آغاز کیا تھا ان سے مسلمانوں کا مذہبی و دینی تشخص تو برباد ہوا ہی تھا، ان کی معیشت بھی برباد ہو چکی تھی، اعلیٰ حضرت کے مطابق قوم مذہبی طور پر اس وقت فتنوں کا مقابلہ کرسکتی ہے جب وہ مالی طور پر مضبوط ہو، آپ فرماتے ہیں۔

''حدیث کا ارشاد صادق آیا کہ ''وہ زمانہ آنے والا ہے کہ دین کا کام بھی بے روپیہ کے نہ چلے گا'' کوئی با قاعدہ عالی شان مدرسہ ....نہیں، کوئی اخبار پرچہ.........نہیں، مدرسین، واعظین، مناظرین، مصنفین، کی کثرت بقدحاجت ....نہیں............................ روپیہ وافر ہوتو ممکن کہ یہ سب شکایت رفع ہوں،...................................... روپیہ ہونے کی صورت میں اپنی قوت پھیلانے کے علاوہ گمراہوں کی طاقتیں توڑنا بھی ان شاءاللہ العزیز آسان ہوگا، میں دیکھ رہا ہوں کہ گمراہوں کے بہت سے رضا کار مبلغ صرف تنخواں کی لالچ میں زہر اگلتے پھرتے ہیں، ان میں جسے دس کی جگہ بارہ دیجئے اب آپ کی سی کہے گا، دیکھئے حدیث کا ارشاد کیسا صادق آیا'' (تلخیص فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۲/ص ۱۲۳/۱۲۴)

اعلیٰ حضرت نے مسلمانوں کو سخت تاکید فرمائی کہ حالات کے بہاؤ میں نہ بہیں سلامت روی پر قائم رہیں، اور سب سے پہلے حلال طریقے سے اپنی معیشت مضبوط کریں اور مندرجہ ذیل باتوں پر سختی سے عمل کریں۔

(۱) اپنے تمام معاملات اپنے ہاتھ میں رکھیں، پنچایتیں بنائیں اور اپنے مقدمات اپنے آپ فیصل کریں۔

یہ کروڑوں روپئے جو اسٹامپ اور وکالت وکچہری میں گھسے جاتے ہیں، اس سے گھر کے گھر تباہ ہو گئے، اس سے چھٹکارا ملے گا۔

(۲) اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدیں تاکہ گھر کا نفع گھر ہی میں رہے۔

(۳) اپنی حرفت اور تجارت کو ترقی دیں تاکہ کسی چیز میں بھی کسی دوسری قوم کے محتاج نہ رہیں۔

یورپ اور امریکہ والوں کو دیکھو چھٹانک بھر تانبا میں کچھ صناعی کی گھڑنت کر دیتے ہیں، اسے گھڑی وغیرہ کا نام دے کر بیچ ڈالتے ہیں اور پاؤ بھر سونا چاندی بدلے میں لے جاتے ہیں۔

(۴) ممبئی، کلکتہ، رنگوں، مدراس، حیدرآباد اور دوسرے بڑے شہر کے تونگر اور مال دار مسلمان اپنے بھائیوں کے لئے بینک کھولیں، سود سے بچتے ہوئے غریب مسلمانوں کو اپنی تجارت، صنعت وحرفت کے لئے قرض دیں اور انہیں اپنے پیروں پر کھڑا کریں۔

سود شرع نے حرام قطعی فرمایا ہے مگر اور سو طریقے نفع لینے کے حلال فرمائے ہیں، جن کا بیان کتب فقہ میں مفصل ہے، اس کے لئے کتاب **کفل الفقیہ الفاھم** بھی مطالعے میں رکھنا مفید ہو سکتا ہے۔

ان جائز طریقوں پر نفع بھی لیتے کہ انہیں بھی نفع پہنچتا اور اپنے بھائیوں کی بھی حاجت برآتی اور آئے دن جو مسلمانوں کی جائدادیں بنیوں کی نذر ہوتی چلی جاتی ہیں ان سے بھی محفوظ رہتے، اگر مدیون کی جائداد ہی لی جاتی تو مسلمان ہی کے پاس رہتی یہ تو نہ ہوتا کہ مسلمان ننگے اور بنئے چنگے۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد۱۲رص۱۷۷)

اعلیٰ حضرت اتحاد امت کے سب سے بڑے داعی تھے

اعلیٰ حضرت کا خیال تھا کہ دینی تعلیم ہو یا معیشت کا استحکام اس کے لئے سب سے پہلے دو قوتوں کا حصول ضروری ہے۔

(۱) علمائے اہلسنّت آپسی اختلاف بھلا کر ایک متحدہ پلیٹ فارم پر آجائیں۔

(۲) علمائے اہلسنّت اور عوام اہلسنّت کے درمیان مضبوط بنیادوں پر تعلقات استوار کرلیں۔

ان دو متحدہ قوتوں کے بغیر ان منصوبوں پر عمل ممکن نہیں۔

اہلسنّت کی اجتماعی قوت کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ اس قوت کی فراہمی کے لئے تین بنیادی عناصر ہیں۔

(۱) علماء کا اتفاق۔ (۲) ہر سنّی اپنی حیثیت کے مطابق کچھ نہ کچھ اپنی خدمات پیش کرے۔

(۳) اہل ثروت لوجہ اللہ متفق ہو جائیں اور ہر سال خیرات کی رقم کسی ایک جگہ جمع کریں، ملک کے اندر رفاہی و دینی اہم مراکز کی فہرست بندی کریں پھر الاھم فالاھم کے طور پر اپنی رقم ان مصارف میں صرف کریں۔

علمائے اہلسنّت اور عوام اہلسنّت کے درمیان اتحاد کی فضا کیسے ہموار ہوگی؟ اس کے لئے آپ نے بہت ہی مناسب اور اہم نکات کی طرف رہنمائی فرمائی۔

(۱) بدمذہبوں کے عقائد اور ان کی لغزشوں کی خوب خوب اشاعت کی جائیں تا کہ مسلمانوں کا ان پر سے اعتبار اٹھے اور ان کی اتباع سے بچیں۔

(۲) لیکن علمائے اہلسنّت کی لغزشوں کا اخفا واجب سمجھے تا کہ عوام اہلسنّت ان سے بدگمان ہو کر ان سے دور نہ بھاگیں اور جو نفع ان کی تحریروں اور تقریروں سے عوام اہلسنّت کو پہنچتا تھا اس میں خلل واقع نہ ہو۔

(۳) مشاہیر علمائے اہلسنّت جس امر پر متفق ہوں عوام اہلسنّت ان کے ارشادات پر بے دغدغہ عمل کریں۔

(۴) وہ فروعی مسائل و امور جو اہلسنّت اور مخالفین کے درمیان مابہ الامتیاز ہیں جیسے محفل

میلاد، فاتحہ، عرس، استمداد، ندا اور ان جیسے اور مسائل، اہلسنّت اپنا تشخص باقی رکھنے کے لئے ان پر بھی عمل جاری رکھیں۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۲/ص ۱۳۰)

دینی تعلیم اور معیشت کو مستحکم کرنے کے لئے جن خطوط کی طرف اعلیٰ حضرت نے رہنمائی فرمائی ہے وہ بہت ہی اہم اور انقلاب آفریں ہیں لیکن ان کے فوائد اس وقت سامنے آئیں گے جب پورے ملک کے مسلمان ان پر عمل کریں اور اس کے لئے ملک گیر تحریک چلانے کی ضرورت تھی، اس لئے اعلیٰ حضرت نے ایک ملک گیر تحریک کی ضرورت پر زور دیا۔

''اہل الرائے ان وجوہ پر نظر فرمائیں، اگر میرا خیال صحیح ہو تو ہر شہر اور ہر قصبہ میں جلسے کریں اور مسلمانوں کو ان منصوبوں پر عمل پیرا کریں پھر آپ کی حالت خوبی کی طرف نہ بدلے تو شکایت کیجئے۔

یہ خیال نہ کیجئے کہ ایک ہمارے کئے کیا ہوتا ہے، ہر ایک نے یونہی سمجھا تو کوئی کچھ نہ کرے گا بلکہ ہر شخص یہ تصور کرے کہ مجھ ہی کو کرنا ہے، یوں ان شاء اللہ تعالیٰ سب کریں گے، چند جگہ جاری تو کیجئے، خربوزہ خربوزہ کو دیکھ کر رنگ پکڑتا ہے، خدا نے چاہا تو عام بھی ہو جائے گا''

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۲/ص ۱۷۵)

نوائے ادیب کی بے باکیاں

بہت کچھ جی جلایا ہے، بہت کچھ خون تھوکا ہے
کہیں جب جاکے پائی فکر وفن کی تازگی میں نے

کہاں کی ہمت افزائی کسی اپنے پرائے نے
کب آسانی کے ساتھ اپنے سخن کی داد لی میں نے

مری خاطر نہ جگنو تھا، نہ مشعل تھی نہ رہبر تھا
بھٹک کر ظلمتوں میں راہ خود ہی ڈھونڈ لی میں نے

بہت مدھم، بہت کم ہے، مگر جو کچھ ہے، اپنی ہے
کسی سورج سے مانگی تو نہیں یہ روشنی میں نے

مجھے تسلیم ''ادب'' کو فائدہ مجھ سے نہیں پہنچا
ادب کے نام پر لیکن تجارت بھی نہ کی میں نے

رہے گی دیر تک روشن مری شمع سخن نازشؔ
دیا ہے اس کو اپنی زندگی کا خون بھی میں نے

از: نازش پرتاپ گڈھی